ماہنامہ
مسلمان بچے ®
بچوں کے اسلامی و اخلاقی ادب کا ترجمان
لاہور پاکستان
209
رجب ۱۴۴۶/جنوری 2025
www.musalmanbachay.com







سب سے منفرد اور کثیر الاشاعت

ماہنامہ

مسلمان بچے

لاہور
پاکستان

بچوں کے
اسلامی، اخلاقی، تعلیمی اور تربیتی ادب کا ترجمان

بچے تو سبھی ہیں بہت اچھے
مگر سب سے اچھے مسلمان بچے

رجب ۱۴۴۶ھ بمطابق جنوری 2025ء

شمارہ: 7 جلد: 18

قیمت فی شمارہ: 70 روپے
سالانہ زرتعاون =/840 روپے

اپنی کہانیاں اور مضامین صرف اس پتے پر ارسال فرمائیں

پوسٹ بکس نمبر: 15 جی پی او، بہاولپور

ترسیلِ رقم اور حصولِ رسالہ کیلئے:

مکتبہ ابنِ مبارک
37۔ حق سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور
موبائل: 0322-5140485

پبلشر محمد زاہد نے علی پریس لاہور سے چھپوا کر تقسیم کیا

اس شمارے میں






اس کے علاوہ مستقل سلسلوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ۔۔۔۔

فرمان باری تعالیٰ

”اے ایمان والو! جو مال ومتاع ہم نے تم کو بخشا ہے تم اس میں سے (ہماری راہ میں ہمارے حکم کے مطابق) خرچ کرو، قبل اس کے کہ (قیامت کا) وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہو سکے گی، نہ کسی کی دنیوی دوستی کام آئے گی اور نہ کوئی سفارش (کسی قابل سزا مجرم کو بچا سکے گی) اور نہ ماننے والے اصلی ظالم ہیں (جن کو قیامت میں اپنے ظلم کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا)(البقرہ:۲۵۴)

فرمان رسول اکرم ﷺ

حضور ﷺ نے فرمایا: شیطان یوم بدر کے علاوہ کبھی کسی دن اتنا ذلیل رسوا اور چھوٹا دکھائی نہیں دیا،سوائے یوم عرفہ کے ۔اس نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا جو فرشتوں کی صف بندی فرما رہے تھے ۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس نے اپنی پوری کوشش کی کہ اللہ کے نور اور اس کی توحید کو مٹا دے اور اس مقصد کے لیے اس نے اپنے دوست کفار اور منافقین کو سخت غیرت دلائی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد فرمائی۔ (موطا)

حمد باری تعالیٰ

کچھ پتھروں کو قیمتی پتھر بنا دیا
قطرے کو تو نے سیپ میں گوہر بنا دیا
کل رو رہا تھا جو بھی وہی ہے آج شادماں
بدتر کو تو نے آن میں بہتر بنا دیا
اس طرح سے بچا لیا اپنے خلیل کو
نارِ غضب کو پھول کا بستر بنا دیا
خنجر کو شاخِ گل کو کبھی دی نزاکتیں
اور شاخِ گل کو وقت پہ خنجر بنا دیا
لذت نشاط کی ملی ہر حال میں اسے
ساحل کا تو نے ایسا مقدر بنا دیا

نعت رسول مقبول ﷺ

کیوں نہ اس رحمت عالم ﷺ کی ثناخوانی کروں
جن کی توصیف سے اشعار تراشے جائیں
کیوں نہ معلوم کروں، ان سے میں اندازِ حیات
جن کی ہر بات سے، معیار تراشے جائیں
کیوں نہ میں ان ہی کے دامن سے لپٹنا چاہوں
جن کی آغوش میں، کردار تراشے جائیں
کیوں نہ اس ذات کو میں اپنا مسیحا مانوں
جن کے ہاتھوں، سبھی شاہکار تراشے جائیں
کیوں نہ قرآنِ مجسم کو بسا لوں دل میں
جن سے نکھرے ہوئے افکار تراشے جائیں



ایک دُعا یاد کیجئے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ
وَالْبُخْلِ وَالْھَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

یا اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے کنجوسی سے، بہت زیادہ بڑھاپے سے اور عذابِ قبر سے۔ (مسلم)

ایک حدیث یاد کیجئے

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”آسانی پیدا کرو، تنگی نہ پیدا کرو“

ابابیلیں بھیج میرے خدا!

ثمینہ رحمت

وہ جو جینے سے پہلے ہی مارے گئے
آسماں پہ وہ سارے ستارے گئے
زندگی ان سے اک زخم بن کے ملی
سرخ رنگوں کے سب استعارے گئے

وہ جو ماؤں کے آنگن میں ہنستے رہے
وہ اکٹھے قبر میں اُتارے گئے
جو فلسطین کو کہتے رہے اپنی ماں
وہ فلسطین کی دھرتی پہ مارے گئے

اتنے تارے گرے ٹوٹ کر فلک سے
کہ ریاضی کے سارے شمارے گئے
کوئی کہتا ہے کیڑے مکوڑے تھے وہ
کوئی کہتا ہے بچے ہمارے گئے

اُن کے ہونٹوں پہ تھا صرف ذکر خدا
اُن کے ہمراہ قرآں کے سپارے گئے
باپ جھولی پھیلا کے یہ کہتے رہے
چھوڑ کر ہم کو سارے دلارے گئے

ایسے تڑپی ہیں مائیں فلسطین کی
عرش تک ان کے سارے ہی نعرے گئے
پھر ابابیلیں میرا خدا بھیج دے
چھوٹے بچے تو جنگوں میں مارے گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم

پیارے مسلمان بچو!

شام کی فتح آپ سب کو مبارک ہو!

الحمدللہ! شام فتح ہو گیا۔ اہل شام خوش ہیں۔ بہت خوش۔

ان کی خوشی میں ہم سب کو شریک ہونا چاہیے۔

کیونکہ ہم مسلمان ایک امت ہیں اور ایک امتی دوسرے امتی کی خوشیوں کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔

یقیناً یہ امت کے لئے بہت عظیم خوشی ہے۔ الحمدللہ رب العالمین

مبارک سرزمین شام ایک نجس ترین نظام، حکومت اور عقیدے سے آزاد ہوئی۔ اہل ایمان کو ایک طویل، صبر آزما، قربانیوں سے لبریز جدوجہد کے بعد ظلم و جبر سے نجات ملی ہے۔ بدنام زمانہ جیلوں کے دروازے ٹوٹے ہیں، آزادیاں نصیب ہوئی ہیں، مظلوم قیدیوں کو رہائی ملی ہے۔ اہل ایمان کی آہ و زاریاں اور طویل جدوجہد رنگ لائی ہے۔ ہماری امت کا ایک حصہ خوشی اور آزادی کی مسرت میں شاداں و فرحاں ہے۔ ہمیں بھی خوشی منانی چاہیے خوشی کے آنسوؤں کے ذریعے، مٹھائی بانٹ کر، دعوتیں کر کے اور سجدہ شکر بجا لا کر کہ ہم سب خوش ہیں۔ الحمدللہ رب العالمین۔

انبیائے کرام کی سرزمین شام اسلامی دنیا کا وہ اہم ملک ہے جس کا مقام حرمین شریفین کے بعد سب سے بلند ہے۔ یہ خطہ مسلمانوں نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم جیسے عظیم سپہ سالاروں کی بہادری اور یرموک و اجنادین کی عظیم قربانیوں کے ذریعے حاصل کیا تھا۔

اس سرزمین کے سرفروشوں نے باطل کے نظام کو ایک طویل جدوجہد، ہزاروں قربانیوں اور صعوبتوں کے بعد شکست دے کر امت کو یہ پیغام دیا ہے کہ اگر جدوجہد مستقل بنیادوں پر کی جائے اور ایک مقصد کو متعین کر کے اپنے ہدف کی طرف مستقل مزاجی کے ساتھ بڑھتے رہے تو ان شاء اللہ فتح آپ کا مقدر ٹھہرے گی۔

شام کی عظیم الشان فتح میں ہمارے لئے بہت سبق ہیں۔ اس موضوع پر ایک مکمل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ایک ایسی نسل جس کو ان کے اپنے ہی وطن میں زندہ درگور کر دیا گیا تھا، جن پر دنیا کا ہر ظلم توڑا گیا لیکن ان کی استقامت، جرات اور بہادری کو ختم نہ کیا جا سکا۔

بلاشبہ شام کی فتح کوئی معمولی فتح نہیں۔ یہ ایسی فتح ہے جس کو کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جائے تو دل پر

ایمان ویقین کی برسات ہونے لگتی ہے۔

بہر حال خوشی کے ایام ہیں۔امت پر غموں کے بادل چھائے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی امت پر رحم فرما کرایک بڑی خوشی عنایت کی ہے۔

(1) شام کی فتح پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔اہل شام کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ان کے لئے ابھی بہت مشکلات ہیں،اللہ تعالیٰ ان کے لئے حالات سازگار فرمائیں۔آمین

(2) اس موقع پر اہل فلسطین،اہل کشمیر اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمان خاص طور پر مظلوم اسیران جو دشمنوں کی قید میں ہیں ان کے لئے بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ امت کو ان کی خوشیاں بھی دکھائے۔

(3) مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں۔ہزاروں میل دور بیٹھے مسلمانوں کی خوشی کی خبر ملے تو اس پر خوش ہو جائیں اور اپنے دل میں اس خوشی کی راحت محسوس کریں اور اگر وہاں انہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس کی تکلیف اور درد اپنے دل میں محسوس کریں۔یہی درحقیقت ایمانی تقاضا ہے۔

(4) امت کو جب کوئی خوشی ملتی ہے تو کفار اس غم میں تڑپنے لگتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ خوشی کیوں میسر آئی اس کے لئے وہ طرح طرح کی سازشیں کرنے لگتے ہیں۔غلط معلومات،وساوس اور خبریں پھیلاتے ہیں تاکہ مسلمان خوش نہ ہوں۔یاد رکھیں! ان وساوس اور خبروں کی طرف دھیان نہ دیں۔یہ سازشی ہتھکنڈے ہوتے ہیں جو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کی غرض سے پھیلائے جاتے ہیں اس لئے ایسی خبروں اور معلومات کو بالکل خاطر میں نہ لائیں۔

(5) اپنے آپ کو ہمیشہ تیار رکھیں۔جسمانی ورزش،تیر اندازی،نشانہ بازی،تیراکی،گھڑسواری،مارشل آرٹس میں سے جس میں آپ کی دلچسپی ہے اس میں مہارت تامہ حاصل کریں۔آج کل اس کی بہت کمی ہے۔

والسلام

آپ کا بھائی جان

ابوامام

بنت بابر عمران

ابابیلیں ہیں ہم



گھڑی رات کے تین بجا رہی تھی، چاروں طرف گہرا سناٹا تھا، کہر نے ہر چیز کو ڈھانپ رکھا تھا، نیم اندھیرے کمرے میں وہ جائے نماز پر بیٹھی اپنے رب کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف تھی۔ آنسو اس کی روشن آنکھوں سے موتیوں کی صورت گر رہے تھے۔

"یا اللہ! مجھے میرے مشن میں کامیابی عطاء فرمانا، میری یہ قربانی قبول فرمانا۔

یا اللہ! اے میرے پیارے رب! اے مسجد اقصیٰ کے رب! کتنے ہی کڑیل جوان، بوڑھے، امت کی معصوم شہزادیاں اور ننھے منے پھول قبلہ اول کی آزادی پر نچھاور ہو گئے۔ میرے مولا! ان قربانیوں کو قبول فرما اور بیت المقدس کی آزادی کا فیصلہ فرما!

یا اللہ! اس پاکیزہ دھرتی کو ناپاک غاصب یہودیوں کے خونی پنجوں سے رہائی نصیب فرما! آمین۔

دعاء مانگ کر اس نے اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرا۔ اب اس کے اضطراب میں کمی آگئی تھی اور دل مطمئن ہو گیا تھا۔ وہ اُٹھ کر اپنے بستر پر آبیٹھی اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگی۔ وقت تیزی سے بیت رہا تھا اور ساڑھے چار بجے اسے اپنے مشن پر روانہ ہونا تھا۔

☆☆☆☆☆

علیشۃ الراضیۃ سرزمین غزہ کی چودہ سالہ لڑکی تھی، دو سال قبل فلسطین کے ہر گھر کی طرح اس کے گھر پر بھی قیامت ٹوٹی تھی۔ جب وہ سکول سے واپسی پر اپنے گھر پہنچی تو سامنے کا منظر دیکھ کر گویا اس کے قدموں کے نیچے سے زمین سرک گئی تھی

گھر کا سامنے والا حصہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا اور گھر کے افراد کے کٹے پھٹے لاشے اسرائیلی درندوں کی درندگی کا ثبوت تھے۔ گھر پر راکٹ فائر کیے گئے تھے، جس کے نتیجے میں علیشہ اور محمد کے علاوہ تمام گھر والے اس عارضی دنیا سے سوئے جنت پرواز کر گئے تھے۔

علیشہ اور اس کا سات سالہ بھائی محمد دونوں سکول گئے ہوئے تھے۔ احمد کو دو دن سے تیز بخار تھا اور وہ گھر پر ہی تھا، سو شہداء کے اس چھوٹے سے قافلے میں دس سالہ احمد بھی شامل تھا۔

ننھا محمد یہ منظر دیکھ کر شدت سے رونے لگا اور

علیشہ اسے سینے سے لگا کر چپ کرانے لگی، اس کی اپنی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔

اس نے سکول جانا چھوڑ دیا تھا اور ایک عسکری تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ قبلہ اول پر یہودیوں کا قبضہ تو ناقابل برداشت تھا ہی، اب اپنے پیاروں کی مظلومانہ شہادت نے جزبۂ جہاد کو اور فروزاں کر دیا تھا۔

وہ بھی اپنے عزیزوں کی طرح بیت المقدس پر قربان ہونا چاہتی تھی لیکن وہ ظالم و غاصب اسرائیلیوں سے اپنے شہیدوں کا بدلہ بھی لینا چاہتی تھی۔ وہ اپنے رب کے پاس جانے سے پہلے اپنے دشمنوں کو ایک پیغام بھی دینا چاہتی تھی کہ اس امت کی معصوم بچیوں میں اتنی ہمت اور جرات ہے کہ وہ اپنے مقدس مقامات پر دست دراز کرنے والوں کو نشان عبرت بنا سکیں، جس امت کی بیٹیاں بھی جزبۂ جہاد اور شوق شہادت سے اس درجہ سرشار ہوں، اسے شکست دینا تو دور رہا، اس کے سامنے ٹھہرنا بھی کسی کے بس کی بات نہیں۔

☆☆☆☆☆

آج ماضی کا ایک ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آرہا تھا۔ اماں جی، بابا جان، دادی جان، اور ننھا احمد ان سب کے ساتھ گزرا ایک ایک پل اس کے ذہن کی سکرین پر چل رہا تھا اور پھر جس حالت میں اس نے انہیں آخری بار دیکھا تھا، اس منظر کی یاد نے اس کے جزبات کو مہمیز دی تھی۔

اس نے اپنی تیاری مکمل کر لی تھی۔ اسے بیت المقدس کے قریب تعیناتی کے لئے بھیجے جانے والے فوجیوں کی گاڑیوں کو منزل تک پہنچنے سے پہلے تباہ کرنا تھا، ان فوجیوں کے ناپاک قدموں کو بیت المقدس تک پہنچنے سے پہلے انہیں دوزخ کے گڑھے میں دھکیل دینا تھا۔

آج صبح وہ اپنی تنظیم کے دفتر گئی تھی، اس تنظیم نے فلسطینی خواتین کے لئے بھی عسکری ونگ بنایا تھا۔

جس میں ''علیشۃ الراضیہ'' بھی شامل تھی، دوماہ قبل اس نے فدائی کارروائی کے لئے درخواست دی تھی، جواب منظور ہو گئی تھی اور آج اسے کاروائی کی تفصیلات سمجھا دی گئی تھیں۔

وہ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد اپنے بستر پر دراز ہو گئی اور آنے والی صبح کے بارے میں سوچتے سوچتے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

صبح چھ بجے کے قریب اسرائیلی فوجیوں کی چھ گاڑیاں بیت المقدس کے راستے پر رواں تھیں، جب نعرہ تکبیر کے ساتھ سرزمین انبیاء کی ایک شہزادی ان پر قہر الٰہی بن کر نازل ہوئی۔

آن کی آن میں منظر بدل چکا تھا، گاڑیوں کی جگہ اب ان کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے تھے اور جگہ جگہ فوجیوں کے چیتھڑے بکھرے پڑے تھے۔

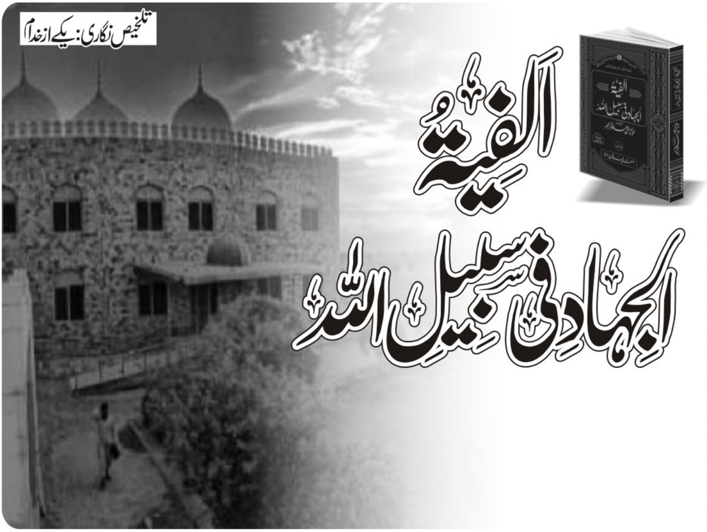
زخمیوں کی چیخ و پکار نے آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا۔
امت کی اس بیٹی نے اپنے خون کی چھینٹوں سے اسرائیل کو یہ پیغام دے دیا تھا کہ ہم ہی اس پاک سرزمین کے وارث ہیں جس پر امام الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے جماعت انبیاء علیہم السلام کی امامت کی تھی۔ مغضوب علیہم کا مصداق یہودیو! تم نہ ہم سے ہمارے جذبات چھین سکے ہو نہ ہمارا قبلہ اول چھین سکو گے۔
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فرزند اور ان کی روحانی بیٹیاں آج بھی تمہارے لئے ناکامی کا پیغام ہیں۔
مشن پر روانگی سے قبل اس نے اپنی ڈائری میں امت کے نوجوانوں کے نام ایک پیغام لکھا تھا، جس میں اس نے امت مسلمہ کے جوانوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کی سعی کی تھی۔ اس نے لکھا تھا:
”اے خیر امت کا لقب پانے والو! اے ایک جسم کے مانند کہلانے والو!
تم خواب غفلت میں ہو اور قبلہ اول غاصب یہودیوں کے قبضے میں ہے۔
تم نے اپنی پہچان بھلا کر کافروں کی روش اختیار کر لی، اپنے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کو چھوڑ کر کفار کی نقالی پر فخر کرنے لگے، تمہاری غفلت نے اسلام کے دشمنوں کے حوصلے بڑھا دیے ورنہ یہودی تو بزدل اور ذلیل قوم ہے۔
خدارا اب اس غفلت کی چادر کو اتار دو! تفرقہ بازی چھوڑ کر سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو! پھر دیکھنا کفر کو اس زمین پر سانس لینے کی بھی جگہ نہیں ملے گی۔
دیکھو! میرے پاس ایک جان ہے میں اسے بیت المقدس کے تقدس پر قربان کرنے جا رہی ہوں، مجھے یقین ہے، میری یہ قربانی میرے بھائیوں کو ضرور بیدار کر لے گی اور ان کی سوئی غیرت کو جھنجھوڑ ڈالے گی۔ ان شاء اللہ!

ابابیلیں ہیں ہم!
بس اس قدر ہی فرض ہے ہم پر
کوئی کنکر کوئی پتھر
ذرا ان ہاتھیوں کے لشکروں پر پھینک دیں
اور پھر.....
افق کے پار جا پہنچیں!
جہاں ساروں کو جانا ہے
حساب اپنا چکانا ہے
ہمیں لیکن...
محض زخم جگر اپنا دکھانا ہے!
پھر اس کے بعد دنیا کا
ہر منظر سہانا ہے!!!

والسلام!
آپ کی فدائیہ بہن
علیشۃ الراضیہ

تلخیص نگاری: یکے از خدام

الفیۃ الجہاد فی سبیل اللہ



بہاولپور میں الفیۃ الجہاد فی سبیل اللہ کی تقریب رونمائی ہوئی۔

عربی زبان میں ایک ہزار کو الف کہتے ہیں الفیہ یعنی ایک ہزار کا مجموعہ.... اب تک الفیہ کے نام سے جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ وہ ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہیں۔ اسی وجہ سے اہل فن کے نزدیک الفیہ اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی ایک موضوع پر ایک ہزار اشعار ہوں. سب سے مشہور الفیة ابن مالک علیہ الرحمہ ہے. یہ ''کافیہ'' کی شرح ہے... اور اس کا موضوع ''علم نحو'' ہے... اسی طرح ایک کتاب ''الفیة ابن معطی'' ہے. یہ نحو، صرف اور علم خط و کتابت کی موضوع پر ہے. علامہ سیوطیؒ نے بھی علم حدیث پر ایک کتاب لکھی ہے.. اس کا نام ''الفیة السیوطي في علم الحدیث'' .... اور نظم الدرر في علم الاثر ہے..... یہ نو سو ستر (۹۷۰) اشعار پر مشتمل ہے. اصول حدیث پر ایک کتاب "الفیة العراقی" بھی معروف ہے... اس میں ایک ہزار تین اشعار ہیں۔ اس طرح ابن سیناؒ کی کتاب... الفیة في اصول الطب ''بھی شائع ہو چکی ہے. الغرض ''الفیة'' کے نام سے حدیث، فقہ، مناقب، طب اور تصوف وغیرہ ہر موضوع پر کتابیں موجود ہیں... اور وہ تمام کتابیں ''اشعار'' پر مبنی ہیں۔ اسی لیے یہ بات معروف ہے کہ ''الفیة'' وہ کتاب ہوتی ہے جس میں کسی موضوع پر ایک ہزار اشعار موجود ہوں۔

''الفیۃ الجہاد فی سبیل اللہ'' یہ کتاب ان ایک

ہزار مرفوع احادیث کا مجموعہ ہے جن میں جہاد فی سبیل اللہ سے متعلقہ مضامین موجود ہیں۔

جن میں فضائل جہاد، فضائل شہادت، حکم جہاد، سمندری جہاد، آلات جہاد، احکام جہاد، احکام صلح و جزیہ، مستقبل کی فتوحات جہاد اور امام مہدی علیہ الرضوان کے جہاد جیسے موضوعات سرفہرست ہیں۔

حضرت امیر محترم حفظہ اللہ تعالیٰ کے خطاب کے چیدہ چیدہ نکات پیش خدمت ہیں:

1۔تمام مسلمان اپنے گناہوں پہ استغفار کریں۔

استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحیی القیوم و اتوب الیہ۔

2۔امت نے بے وفائی کا طریقہ اختیار کرلیا ہے، وہ اس طرح کہ امت مسلمہ نے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے میں نو تلواریں ہیں، نیزے ہیں اور جسم اطہر پر جہاد کے زخم ہیں، صبح دوپہر شام جہاد کی دعوت ہے مگر امت مسلمہ نے جہاد فی سبیل اللہ سے بے وفائی کا طریقہ اختیار کرلیا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

3۔جہاد کا مسئلہ نہایت واضح اور آسان ہے۔ کیوں کہ جہاد اسوہ حسنہ سے ثابت ہے۔

صرف ایک بار غزوہ بدر میں تشریف آوری کی وجہ سے جہاد کا مسئلہ واضح ہو جاتا مگر یہاں تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ستائیس غزوات میں بنفس نفیس تشریف لے گئے اور اپنا لہو بہایا تاکہ امت کے لیے جہاد کی اہمیت واضح ہو جائے۔

4۔جہاد فی سبیل اللہ کی عملی تیاری ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔عملی تیاری کا قرآن مجید میں حکم آیا ہے کہ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ، جس قدر ہو سکے، طاقت تیار کر رکھو اور گھوڑے بھی تیار کرو، اس تیاری کا مقصد اللہ کے دشمنوں کو خوف و دہشت میں مبتلا کرنا ہے۔آج کتنے مسلمان ہیں جنھیں دیکھ کر کافر خوف زدہ ہوں؟

5۔حالات کبھی سو سال بعد بدلتے ہیں جیسے حضرت عزیر علیہ السلام کے حالات بعد از وفات بدلے۔

1924ء میں خلافت عثمانیہ ختم ہوئی تھی اور اب ان شاء اللہ 2024ء میں حالات بدل جائیں اور خلافت قائم ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے۔

وہ فعال لما یرید ہے۔وہ کن فیکون سے منٹوں میں حالات بدل سکتا ہے اور ان شاء اللہ دنیا کے حالات مسلمانوں کے حق میں بدلنے والے ہیں۔

6۔ان شاء اللہ چار سو مدارس ایسے کھولنے ہیں جہاں حفظ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ مارشل آرٹس کا کورس مکمل کرایا جائے گا۔

یہ تربیت جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہوگی۔اس کے لیے تمام پہلوؤں سے مدد کرنے

والے دل میں حصہ ملانے کی نیت کر لیں۔

7۔عیسائی مشنری ادارے عیسائیت کو عام کرنے کے لیے تین سو ارب ڈالر سالانہ لگا رہے ہیں تا کہ دنیا میں عیسائیت کا غلبہ رہے۔

الحمدللہ جماعت کا شعبہ مصعب بن عمیر قائم کر دیا گیا ہے جو کہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دے گا اور اب تک الحمدللہ پچاس لوگ مسلمان ہو کر جماعت کا حصہ بن چکے ہیں۔

اب اس شعبے کی محنت کو عام کرنا ہے۔قسطنطنیہ کی دوسری فتح کے وقت حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے ساتھ ستر ہزار نومسلموں کا لشکر ہو گا۔ہم نے اس نیت جہاد سے غیر مسلموں کو دعوت دینا شروع کیا ہے۔اللہ کرے ہماری جماعت کے اس شعبے کو بھی اس کار خیر کی نیت کی وجہ سے ثواب مل جائے۔

9۔روزانہ بارہ سو بار کلمہ طیبہ کا ورد کریں۔جس دن چھوٹ جائے تو اگلے دن پورا کر لیں۔

10۔آخر میں شیخ محترم نے رقت آمیز دعا کرائی اور حاضرین محفل کے لیے مغفرت وایمان کی دعا کی،شہادت فی سبیل اللہ کی دعا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔آمین

ائمہ محدثین کی تاریخ پیدائش ووفات

انتخاب: حبیب اللہ،ڈیرہ اسماعیل خان

(۱)امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بمطابق ۲۱ جولائی ۸۱۰ء کو پیدا ہوئے۔

(۲)امام مسلم ۲۰۶ھ کو پیدا ہوئے جبکہ ۲۴ رجب ۲۶۱ھ بمطابق ۸۷۵ء کو فوت ہوئے۔

(۳)امام ابو داؤد ۲۰۲ھ بمطابق ۸۱۷ء کو پیدا ہوئے،امام ابو داؤد ۱۵ شوال ۲۷۵ھ کو وفات پا گئے۔

(۴)امام ترمذی ۲۰۰ھ یا ۲۰۹ھ کو پیدا ہوئے جبکہ ۷ ۲رجب ۲۷۹ھ کو وفات پا گئے۔

(۵)امام نسائی ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے جبکہ ان کی وفات ۱۳ صفر ۳۰۳ھ بروز سوموار کو فوت ہوئی۔

(۶)امام ابن ماجہ ۲۰۹ھ بمطابق ۸۲۴ء کو پیدا ہوئے اور ان کی وفات ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ بمطابق ۸۸۷ء بروز سوموار وفات ہوئی۔

البُراق

عمار حسین

چودہ سو سال پہلے کی بات ہے جب نہ راکٹ تھے اور نہ مصنوعی سیارے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے حیوان سے وہ کام لیا جو نہ راکٹ، نہ مصنوعی سیارہ اور نہ کوئی و تیز رفتار جہاز کر سکتا ہے۔

میں براق ہوں۔ میرے متعلق عجیب و غریب باتیں آپ نے سنی ہوں گی۔ میری شکل وصورت اور اوصاف کے متعلق مختلف لوگوں کا مختلف خیال ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ میں اللہ کی



مخلوق ہوں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا وہ ہر چیز سے پاک ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

میری کہانی کچھ اس طرح ہے کہ رسول اکرم ﷺ مجھ پر سوار ہو کر آسمانوں کی سیر کو گئے اور اس سفر میں عجیب وغریب واقعات پیش آئے اور ایسی باتیں ہوئیں جو انسان کی سوچ سے بالاتر ہیں۔ مگر جو کچھ بھی ہوا وہ سراسر حقیقت تھی۔ یہ بات اُس وقت کی ہے جب وحی کو نازل ہوئے ابھی بارہ سال ہوئے تھے اور ان سالوں میں رسول اکرم ﷺ پر کفار نے بہت سختیاں کیں اسی دوران آپ ﷺ کے چچا ابوطالب اور آپ ﷺ کی زوجہ ام المومنین حضرت خدیجہ انتقال فرما گئیں اور آپ ﷺ کے حکم پر بہت سے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور ان ہی دنوں آپ ﷺ طائف کے سفر سے لوٹے جس میں آپ ﷺ کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ مگر ان سب حالات کے باوجود پیارے نبی ﷺ دین کی دعوت دیتے رہتے اور اللہ کی مدد طلب کرتے رہے اور ہر حال میں صبر وشکر پر قائم رہے۔

یہ کہانی اس واقعہ کے متعلق ہے جب میرے ساتھ رسول اکرم ﷺ کا اسراء اور معراج کا واقعہ پیش آیا۔ یہ

بات ستائیس رجب کی رات کی ہے۔ اس رات حضرت جبرئیل علیہ السلام رسولِ اکرم ﷺ کے گھر گئے اور انہیں خانہ کعبہ لے کر آئے۔ میں ان کا انتظار کر رہا تھا۔ خانہ کعبہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیارے رسول ﷺ کے قلب کو زم زم کے پانی سے غسل دیا اور اللہ کے حکم سے آپ ﷺ کے قلب میں حکمت و ایمان بھر دیا۔

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیارے نبی ﷺ کو مجھ پر سوار کرایا۔ پھر ہم اور جبرئیل برق رفتاری سے بیت المقدس پہنچ گئے۔

راستے میں مکہ سے کچھ دور ہمیں ایک قافلہ ملا جن کی اونٹنی ان سے علیحدہ ہو گئی تھی۔ پیارے نبی محمد ﷺ نے قافلہ والوں کو وہ جگہ بنا دی جہاں پر اونٹنی موجود تھی۔ پھر ہمارا گزر دوسرے قافلہ پر ہوا جن کے اونٹ بدک رہے تھے جن میں سے ایک اونٹ کی پنڈلی ٹوٹ گئی تھی۔ ایک اور قافلہ ملا جس کے آگے آگے ایک اونٹ چل رہا تھا۔ جس پر دو کالی چادریں پڑی تھیں۔ رات میں ہمیں بہت سی چیزیں نظر آئیں جن کے متعلق پیارے نبی ﷺ سوال کرتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام جواب دیتے جاتے تھے۔

راستے میں ایک نوجوان لڑکی ملی جو نہایت حسین و جمیل تھی اور بہت خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ اس نے پیارے نبی ﷺ کو دیکھتے ہی اپنی طرف بلایا لیکن ہمارے پیارے نبی ﷺ نے کوئی توجہ نہ کی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے نبی! یہ دراصل دنیا ہے جسے آپ کے لئے آراستہ کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کوئی غرض نہیں اور جب ہم مدینہ پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ شہر ہے جہاں آپ ﷺ ہجرت کر کے آئیں گے۔ جس کا نام مدینہ منورہ ہو جائے گا اور اس شہر میں آپ وفات پائیں گے۔

ہم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو فصل اگاتے تھے اور کاٹتے تھے۔ وہ جیسے ہی پہلی فصل کاٹ پاتے دوسری فصل کاٹنے کے لئے نکل آتی تھی۔ پیارے نبی ﷺ نے جبرائیل سے سوال کیا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل نے جواب دیا، دراصل یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں جن کی ہر نیکی سات سو گنا بڑھ رہی ہے۔ اس کے بعد ہم نے بے نمازی اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کو عذاب میں مبتلا دیکھا۔

ایک وقت ہوا کا ایک جھونکا آیا جس کے ساتھ عطر کی مانند خوشبو فضا میں پھیل گئی، اس کے بعد ہم نے ایک اور آواز سنی جس کے متعلق پیارے نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ یہ جنت بول رہی ہے۔ کہتی ہے اے ہمارے رب! مجھے وہ نعمتیں عطاء کر جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے (صالح لوگ) کیونکہ ہمارے پاس وسیع عمارتیں ہیں۔ جن میں طرح طرح کی

آسائشیں ہیں۔ مثلاً ریشم کے کپڑے ہیں۔ سونے اور چاندی کے برتن ہیں۔ دودھ شہد اور پانی کی پاک شفاف نہریں ہیں۔ پس اے میرے رب! اب مجھے اپنے برگزیدہ بندوں سے بھر دے۔ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

پھر ہمارا گزرا ایک دوسری وادی سے ہوا جہاں ہمیں بہت ہی ناگوار آواز سنائی دی۔ پیارے نبی ﷺ کے سوال پر حضرت جبرائیل نے کہا کہ یہ دوزخ کی آواز ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ اے میرے رب! مجھے وہ عطاء کر (یعنی تیرے نافرمان بندے) جس کا تو نے وعدہ کیا ہے کیونکہ ان کی سزا کے لئے میرے پاس انتہا کی گرمی ہے، آگ ہے، پاؤں میں ڈالنے کے لئے ان گنت بیڑیاں اور گلے میں ڈالنے کے لئے طوق پس اے میرے رب! مجھے اپنے نافرمان بندوں سے بھر دے جن کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

بیت المقدس تک ہمارا سفر پلک جھپکنے میں طے ہوا۔ پیارے نبی ﷺ میری پیٹھ سے نیچے اترے۔ مجھے ایک ٹیلے کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ وہ ٹیلہ ابھی تک بیت المقدس کے قریب ہے۔ اس پر اونچا گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ اس گنبد کو قبتہ الصخرہ (ٹیلہ یا چٹان کا ٹکڑا کہتے ہیں)۔

مجھے ٹیلہ کے پاس چھوڑ کر نبی کریم ﷺ مسجد اقصی میں داخل ہوئے۔ جہاں تمام انبیاو رسول آپ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سب کو نماز پڑھائی۔

بیت المقدس کے سفر کو اسراء کہتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیارے نبی ﷺ حضرت جبرئیل کے ساتھ میرے پاس آئے اور پھر ہمارا دوسرا سفر شروع ہوا۔

یہ سفر آسمانوں کی طرف تھا، جسے معراج کہتے ہیں۔ جب رسول اکرم ﷺ پہلے آسمان پر پہنچے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ دوسرے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت عیسیٰ، اور حضرت ذکریا علیہ السلام سے ہوئی۔ تیسرے آسمان پر ہمارے نبی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر آپ ﷺ کا استقبال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کو اللہ نے سدرۃ المنتہیٰ تک اپنے حضور بلوایا۔ جہاں آپ ﷺ نے شکرانے کے طور پر اللہ کو سجدہ کیا۔

شکر اس بات کا تھا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں تک اس سے پہلے کوئی نبی نہیں پہنچا تھا۔ یہی وہ موقعہ ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض کیں۔ اس کے بعد نبی ﷺ واپس ہوئے۔ انبیائے کرام سے اجازت لی اور مجھ پر سوار ہوئے اور خانہ کعبہ کی طرف ہم واپس روانہ

ہوئے۔خانہ کعبہ پہنچ کر آپ ﷺ نے مجھے رخصت کیا اور اپنے گھر کی طرف چلے گئے۔

دوسرے روز آپ ﷺ خانہ کعبہ تشریف لائے اور وہاں موجود لوگوں کو اس سفر کا واقعہ سنایا مگر کفار نے آپ ﷺ پر یقین نہ کیا۔کافروں کا سردار ابوجہل کہتا تھا۔

لوسن لو ہم تو پورے ایک ماہ میں بیت المقدس پہنچتے ہیں اور واپسی کے سفر میں بھی ایک ماہ لگتا ہے۔مگر محمد دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات میں سے بیت المقدس جا کر واپس آ گئے۔

یہ بحث جاری تھی کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور پیارے نبی ﷺ کے قریب بیٹھ گئے۔ کفار نے یہ مطالبہ کیا کہ اگر نبی ﷺ سچے ہیں تو بتائیں کہ مسجد اقصیٰ کیسی ہے؟ دراصل کفار کو یہ گمان تھا کہ نبی ﷺ مسجد اقصیٰ کے بارے میں نہ بتا سکیں گے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی اس سے پہلے کبھی وہاں نہیں گئے تھے۔ پیارے نبی ﷺ نے مسجد اقصیٰ کے بارے میں ایک ایک چیز بڑی ترتیب سے بتانی شروع کی۔ایسا لگتا تھا کہ مسجد اقصیٰ ان کے سامنے ہو اور ایک ایک چیز کو دیکھ دیکھ کر بڑی تفصیل سے بیان کر رہے ہوں۔ یہ تفصیل سن کر کفار ششدر رہ گئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے نعرہ بلند کیا کہ اے نبی! آپ نے جو کچھ کہا ہے، سچ کہا ہے۔اس تفصیل کے علاوہ پیارے نبی ﷺ نے ان قافلے والوں کے حالات بھی بتائے جو انہیں راستہ میں ملے تھے تھوڑے دنوں بعد وہ قافلے والے مدینے واپس ہوئے، کفار کو پتہ چلا۔ نبی ﷺ نے جو باتیں قافلے اور اونٹوں کے متعلق بتائی تھیں۔وہ حرف بحرف درست تھیں۔کفار سے اب کچھ نہ بن پڑا کہ وہ کیسے ہمارے نبی ﷺ کو جھٹلاتے، وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ خوشی سے اعلان کرتے جاتے تھے۔اے پیارے نبی! آپ نے سچ کہا ہے۔ اے پیارے نبی! آپ نے سچ کہا ہے اور اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر کو صدیقؓ کا خطاب دیا۔اس دن سے آج تک حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ ہے میری یعنی براق کی وہ سچی کہانی جو اسراء اور معراج کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سفر جو ہم نے کیا نہ راکٹ میں ہے نہ طیارے میں اور یہ سفر اس صدی میں نہیں ہوا بلکہ آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل ہوا۔اللہ رب العزت نے اس سفر کے متعلق قرآن شریف میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

”پاک ہے وہ ذات جو ایک رات لے گئی اپنے بندے محمد (ﷺ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ماحول کو اس نے بابرکت بنایا ہے تاکہ وہ اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھلائے۔ حقیقت میں وہی ذات یعنی اللہ دیکھنے اور سننے والا ہے۔“ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 1)

ننھے منے بچوں کے لیے

پانچ نمازیں ..... پانچ کہانیاں

محمد مستقیم



۱ فجر

انیسہ ایک چھوٹی سی بچی ہے۔ وہ پہلی جماعت میں پڑھتی ہے۔ ایک دن وہ صبح اٹھی۔ منہ ہاتھ دھو کر سکول جانے کی تیاری کی اور ناشتے کی میز پر آگئی۔ وہ اپنی امی سے بات چیت کرنے لگی۔

انیسہ: امی ایک دن میں کتنی نمازیں ہوتی ہیں؟

امی: پانچ۔

انیسہ: لیکن میں تو چار پڑھتی ہوں۔

امی: ان چار کے نام تو بتاؤ۔

انیسہ: ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔

امی: تم فجر کی نماز نہیں پڑھتی، کیوں کہ یہ نماز صبح سویرے سورج طلوع ہونے سے پہلے ادا کی جاتی ہے۔

انیسہ: اوہو اور میں تو روزانہ سورج طلوع ہونے کے بعد اٹھتی ہوں۔ فجر کی کتنی رکعات ہیں امی؟

امی: فجر کی چار رکعات ہیں۔ دو سنتیں اور دو فرض۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز ادا کر لی، وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں آگیا۔ (مسلم شریف: 1494)

انیسہ: اب میں بھی فجر کی نماز روزانہ وقت پر ادا کروں گی اور کبھی بھی یہ نماز قضاء نہیں کروں گی۔

۵ ظہر

حاشر بھاگتا ہوا دادا جان کے کمرے میں داخل ہوا۔ دادا جان چونک پڑے۔ پھر انھوں نے کہا:

”حاشر بیٹا! آرام سے آیا کرو اور کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اجازت بھی لیا کرو!“

حاشر شرمندہ ہو گیا۔ وہ فوراً کمرے سے باہر چلا گیا اور پھر کمرے سے باہر رک کر بولا:

”السلام علیکم دادا جان! کیا میں آجاؤں؟“

دادا جان مسکرائے اور بولے:

"وعلیکم السلام! آجاؤ!"

حاشر: دادا جان ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج کے بعد سب سے پہلے کون سی نماز ادا کی تھی؟

دادا جان: ظہر کی نماز۔

حاشر: ظہر کی کتنی رکعات ہیں دادا جان؟

دادا جان: چار سنتیں، چار فرض، دو سنتیں اور دو نوافل۔ ذرا جمع کروائیں

حاشر: بارہ۔

دادا جان: شاباش!

حاشر: دادا جان، میں نے نماز مکمل یاد کرلی ہے اور آج ظہر سے میں نماز ادا کرنا شروع کر رہا ہوں۔

دادا جان: ماشاءاللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ظہر کی نماز کے لیے جلدی جانے میں کیا ثواب ہے تو اس کے لیے مقابلہ کریں۔" (بخاری شریف:654)

۳ عصر

زبیر اور فاطمہ گھر میں بیٹھے سکول کا کام کر رہے تھے۔ امی جان کچن میں کھانا بنا رہی تھیں۔

فاطمہ: امی جان! آج آپ کیا بنا رہی ہیں؟

امی جان: آج ہم بریانی کھائیں گے۔

زبیر: واہ پھر تو بڑا مزہ آئے گا۔

عین اسی وقت اذان کی آواز سنائی دی۔ امی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بچوں کو خاموش ہونے کا اشارہ دیا اور پھر اذان کا جواب دینے لگیں۔ جیسے ہی اذان مکمل ہوئی امی جان نے چولہا بند کر دیا۔

زبیر: یہ کیا امی جان، آپ کھانا نہیں بنا رہی ہیں کیا؟

امی جان: بناؤں گی لیکن نماز کے بعد۔

فاطمہ: یہ کون سی نماز ہے؟

امی جان: عصر کی نماز

زبیر: عصر کی نماز میں کتنی رکعات ہیں؟

امی جان: چار رکعات۔

فاطمہ: امی آپ پہلے کھانا بنا لیں اور نماز بعد میں پڑھ لیں۔

امی جان: نہیں بیٹی، نماز سب سے اہم ہے۔ قیامت والے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اور عصر کی نماز کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس کی عصر کی نماز چھوٹ گئی تو گویا اس کا گھر بار لٹ گیا (سنن نسائی:479)

فاطمہ: ٹھیک ہے امی جان، ہم دونوں بھی نماز کی تیاری کرتے ہیں۔

۴ مغرب

والی بال کا کھیل آخری مرحلے میں داخل ہو چکا تھا۔ سب بچے ذوق وشوق سے کھیل دیکھ رہے

تھے۔انصر اور سلیم بھی میدان میں بیٹھے ہوئے تھے۔اچانک سلیم اٹھ کھڑا ہوا۔

انصر: کہاں جانے لگے؟

سلیم: مسجد کی طرف۔

انصر: ارے بھائی یہ میچ تو پورا ہونے دو۔

سلیم: بہت دیکھ لیا، نماز کا وقت ہونے والا ہے دوست۔

انصر: مغرب کی نماز؟

سلیم: جی ہاں، یہ تین رکعت فرض، دو سنتیں اور دو نوافل پر مشتمل ہوتی ہے۔

انصر: چلو اکٹھے چلتے ہیں اور نماز مغرب ادا کرتے ہیں۔

سلیم: شکریہ دوست، مغرب کی نماز کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک کے نزدیک سب سے افضل نماز، نمازِ مغرب ہے اور جو اس کے بعد دو رکعت پڑھے تو اس کے لیے اللہ پاک جنت میں ایک گھر بنا دے گا (جس میں) وہ صبح کرے گا اور راحت پائے گا۔(المعجم الاوسط رقم: 6445)

انصر: سبحان اللہ۔

پھر دونوں نماز کے لیے چل پڑتے ہیں۔

۵ عشاء

نبیلہ اور شمائلہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھیں۔وہ ایک بات پر بحث کر رہی تھیں۔ان کی آواز اونچی ہوگئی۔امی جان فوراً ان کے کمرے میں پہنچیں۔

امی جان: کیا ہوا؟ خیر تو ہے؟

شمائلہ: جی جی وہ۔۔۔ہم۔۔۔

امی جان: کس بات پہ جھگڑا ہو رہا ہے؟

نبیلہ: امی ہم نے ابھی جو نماز ادا کی ہے، اسے عتمہ کہتے ہیں؟

شمائلہ: نہیں امی، اسے عشاء کہتے ہیں۔

امی جان: تم دونوں ٹھیک کہہ رہی ہو۔

نبیلہ+شمائلہ: وہ کیسے؟

امی جان: مغرب کے بعد والی نماز کو قرآن مجید میں عشاء کا نام دیا گیا ہے اور حدیث میں اسے عتمہ بھی کہا گیا ہے، اس لیے تم دونوں ٹھیک ہو۔

نبیلہ: امی! عشاء کی نماز میں کتنی رکعات ہیں؟

امی جان: چار فرض، دو سنت، دو نوافل، تین وتر، دو نوافل۔

شمائلہ: یعنی تیرہ رکعات۔

امی جان: جی ہاں۔بچو! عشاء کی نماز کی بہت فضیلت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ فجر اور عشاء کی نماز کی کیا فضیلت و ثواب ہے تو وہ گھٹنوں کے بل چل کر بھی آئیں۔(بخاری شریف: 657)

نبیلہ: شکریہ امی جان، آپ نے ہماری بحث ختم کرا دی۔

☆☆☆☆☆

اگر بھینس انڈہ دیتی

ساجدہ بتول

اگر بھینس انڈہ دیتی تو اس کا آملیٹ کتنا بڑا ہوتا!!

یہ مسکراتا جملہ آپ نے بھی سوشل میڈیا پہ پڑھا ہوگا۔

مگر سوال یہ ہے کہ بھینس انڈہ دے کیوں؟ بھینس کے انڈے کی کیا ضرورت آپڑی! جبکہ انڈے دینے والی مرغیاں موجود ہیں!!

سوال برطرف، کچھ دیر ہم غور کرتے



ہیں کہ اگر بھینس انڈہ دیتی تو وہ کیسا ہوتا!!

بھینس کا انڈہ بھی بھینس کے بچے جتنا ہوتا لہٰذا دوکاندار اس کو ایک بڑے کڑاہ میں ڈال کر پھینٹ دیتا اور تول تول کر ہر گاہک کو دیتا جاتا پھر گاہک انڈہ کچھ یوں مانگتے۔

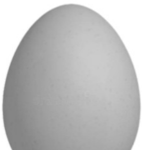
"ایک کلو انڈہ دے دو!"

"آدھا کلو انڈہ دے دو!"

بچوں میں بڑے آملیٹ اور چھوٹے آملیٹ پہ لڑائی ہوتی۔ کیونکہ مرغی کے انڈوں کا سائز تو ایک جتنا ہوتا ہے مگر بھینس کے آملیٹ کا مسئلہ شاید مسئلہ کشمیر ہوتا یا مسئلہ فیثا غورث!

بس مسئلہ کشمیر ہی ہوتا کیونکہ ہم رائٹر ہیں۔ نہ کہ ریاضی دان۔

ڈیری فارمز



کے باہر لکھا ہوتا "بھینسوں کے انڈے متوقع ہیں۔ پہلے آئیے۔ پہلے پائیے۔"

بھینس کا انڈہ بڑا ہونے کی وجہ سے گھروں میں ابالنا معمول نہ ہوتا۔ لہٰذا ہوٹلز کے باہر لکھا ہوتا "بھینس کے ابلے انڈے دستیاب ہیں۔"

بھینس کا انڈہ ٹوٹنے کا خطرہ بھی زیادہ ہوتا کیونکہ بھینس اگر اس پہ بیٹھ جاتی تو وہ اس کا وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک دھماکے سے ٹوٹ جاتا۔

لہٰذا بھینسوں کے انڈوں سے بچے نکالنے کے لیے گرم کمرے بنائے جاتے جن پہ خطیر بجلی خرچ ہوتی کیونکہ انڈے بھی تو آخر بھینس کے ہوتے !!!

بھینس کے انڈے کو چھوٹے برتن میں ابالنا ممکن نہ ہوتا لہٰذا بڑا چولہا اور بڑا برتن استعمال ہوتا جہاں پانی اور چولہے کی گرمائش اتنی زیادہ ہوتی کہ باقی برتن دور ہٹا لیے جاتے اور وہ ایک پتیلا تن تنہا ہی رہ جاتا۔

بھینس کے انڈے کا گھر میں مشترکہ باورچی خانے میں ابلنا مشکل ہوتا لہٰذا وہ الگ ابالا جاتا۔

یہی وجوہات ہیں کہ اللہ نے بھینس کو انڈہ دینے کی اجازت ہی نہیں دی اور انسانوں کو بھینس سے انڈہ لینے کی اجازت ہی نہیں دی۔ کیونکہ اللہ جانتے ہیں، یہ نری بھینس ہے جس کے آگے جتنا مرضی احتیاط کا بین بجا لو، اس نے انڈہ توڑنا ہی ہے۔

اب ہمارے تخیل کے دوسرے رخ پہ آئیے!

ہم سب جانتے ہیں، عرصہ دراز سے علماء کرام کے متعلق ایک شور ہر سو گونج رہا ہے کہ یہ لوگ دنیا کے ساتھ نہیں چلتے۔ اب دنیا کے ساتھ چلنے کا سیدھا سیدھا مطلب تو فیشن کی دوڑ ہے اور دنیوی تقاضوں میں سے بہت سے غیر ضروری تقاضے ہیں جن کو دینی مدارس میں پورا نہیں کیا جاتا۔ بطور مثال مدارس میں جینز اور شارٹ شرٹ پہننے پہ پابندی ہوتی ہے۔

انہی تقاضوں میں سے ایک تقاضا حکومت نامی بھینس کے قدم سے قدم ملا کے چلنا ہے جو یہ لوگ چلتے نہیں۔ لہٰذا ان پہ الزام ہے کہ یہ لوگ دنیا کے ساتھ نہیں چلتے۔

علماء کرام نے حکومت سے مدارس کے لیے مالی تعاون لینے سے ہمیشہ انکار فرمایا کیونکہ پھر دینی مدارس میں بہت سے وہ اصول بنانا پڑیں گے کہ فتویٰ اور تقویٰ کی رو سے جن کی گنجائش نہ نکلتی ہو۔

ہم آپ کو پہلے تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ بھینس اگر انڈہ دے دے تو کیا کیا ہو سکتا ہے؟

کیا کہا؟ اس کا کٹا ہی لے لینا چاہیے؟

اجی احساس کے کٹے تو صرف اسکول کالجز اور یونیورسٹیز کے لیے ہیں، دینی مدارس کو اگر ملیں گے تو احسان کے انڈے ہی ملیں گے تاکہ ان کو آسانی سے توڑا جا سکے۔ بس ذرا سا دباؤ ڈالا اور ٹھاہ۔

ان انڈوں پہ دباؤ کا خوف وہ خوف ہوگا جو دینی مدارس کے اندر دینی نظام کو بند کروا دے گا۔

مجبوراً پھر ڈھاک کے تین پات کی طرح علماء کرام کو تزکیہ اور تصوف کے سینٹر دینی مدارس سے الگ ہی بنانا پڑیں گے کیونکہ اس کے لیے تقویٰ کی خطیر بجلی درکار ہوگی جو مدارس میں ناپید ہو چکی ہوگی اور دینی مدارس میں یہ سسٹم کرنا بھی ہو تو بہت مشکل ہوگا کہ پہلے اس کی بھی اجازت لینا پڑے گی۔

اور بھینس کے یہ انڈے مسئلہ کشمیر کی طرح کالج یونیورسٹیز اور مدارس کے درمیان متنازع ہو جائیں گے۔

بھینس کے یہ انڈے اگر چیک کی صورت میں مل بھی جائیں تو ان میں سے کیش کے بچے نکالنا بھی کون سا آسان ہوگا! جب تک کیش نکلتا ہے نکلوانے والے کا کوئی خاص بندہ رات کے ڈیڑھ بجے کیش کر لیا جاتا ہے۔

بھینس کے انڈے کا ابلنا بھی پانی گرم کیے بغیر نہیں ہوگا اور بڑا انڈہ ہونے کی وجہ سے پانی اور چولہا اتنا گرم ہوگا کہ اس کی گرمی سے باقی برتن دور ہٹا لیے جائیں گے۔ یوں وہ ایک مدرسہ اوہو سوری پتیلا تن تنہا ہی رہ جائے گا۔

بھینس کے انڈے کا مشترکہ کچن یعنی سب مدارس میں ابلنا مشکل ہوگا۔ لہٰذا وہ "الگ" ہی ابالا جائے گا۔

ویسے بھی مدارس کو انڈے ہمارا مطلب ہے چندے دینے والی مرغیاں موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے مدارس کو بھینس کے انڈے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ بھینس تو انڈہ دیتے ہی توڑ بھی دے گی اور ٹکرا الگ مارے گی۔

الغرض علماء کرام کا دنیا کے ساتھ چلنا بھینس کے انڈہ دینے کی طرح غلط ہے۔

اس دنیا میں کچھ بھی اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا ہم نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ اللہ نے بھینس کو انڈہ دینے کی اجازت ہی نہیں دی۔ اور علماء کرام کو بھینس سے انڈہ لینے کی اجازت ہی نہیں دی مگر بھینس ہے کہ انڈہ دینے پہ تیار ہے جبکہ کوئی لینا ہی نہیں چاہتا!!!

☆☆☆☆☆

(انتخاب: ابوزبیر، فیصل آباد)

آٹھ قسم کے لوگ

جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

(۱) شہید (۲) اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا (۳) مرض طاعون سے فوت ہونے والا (۴) طاعون کے زمانہ میں طاعون کے علاوہ کسی مرض سے فوت ہونے والا جبکہ وہ اس پر صابر اور ثواب کی امید رکھنے والا ہو (۵) صدیق (۶) بچے (۷) جمعہ کے دن یا رات میں مرنے والا (۸) ہر رات سورۃ الملک پڑھنے والا اور بعض حضرات نے اس سورۃ کے ساتھ سورۃ سجدہ کو بھی ملایا ہے اور اپنے مرض موت میں قل ھو اللہ احد پڑھنے والا۔

حدیث کہانی

آوارہ بلی

قسط: 15



عثمان صاحب نے گھر کا سودا سلف لینا تھا۔ چنانچہ وہ بازار گئے۔ انھوں نے بازار سے گھریلو ضروریات کی بہت ساری چیزیں خریدیں۔ انھیں پودوں کی کاٹ چھانٹ کے لیے ایک عدد کٹر کی ضرورت تھی، سو وہ بھی خرید لیا۔ انھوں نے یہ ساری چیزیں تھیلے میں ڈالیں اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

گھر پہنچ کر انھوں نے تھیلا کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کٹر نے تھیلے میں موجود لفافوں کو کاٹ ڈالا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کٹر کی دھار بہت تیز تھی۔ ان چیزوں میں گوشت بھی شامل تھا، اور اب کٹر پر کچھ گوشت اور خون لگا ہوا تھا۔ عثمان صاحب جلدی سے کٹر کو نیچے رکھ کر باقی چیزوں کو الماری میں رکھنے لگے۔

اسی دوران ایک بلی آئی اور کٹر کی طرف بڑھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ کٹر کو چاٹ لے اور اس پہ لگا ہوا خون و گوشت کھا لے۔ عثمان صاحب نے جب بلی کو دیکھا تو کہا:

’’بلی! رک جاؤ، تمھاری زبان کٹ جائے گی‘‘

لیکن بلی نہ رکی اور خون کو چاٹنے لگی جو کٹر پر لگا ہوا تھا۔ اس دوران عثمان صاحب نے دیکھا کہ بلی کی زبان پر بھی کٹ لگ چکا تھا اور لہو بہنے لگا تھا مگر لالچی بلی کو اس چیز کی خبر تک نہ تھی۔

عثمان صاحب نے ایک بار پھر زور سے بلی کو ٹوکا:

’’اے بلی! میں تمھیں کہہ رہا ہوں، باز آجاؤ!‘‘

اسی دوران ایک چھوٹا بچہ کمرے میں داخل ہوا، جس کا نام انس تھا۔ یہ عثمان صاحب کا بیٹا تھا۔ اس نے بلی کو کٹر چاٹتے دیکھا تو اپنے ابو سے کہا:

’’ابو! اس طرح تو بلی کی زبان کٹ سکتی ہے‘‘

ابو نے جواب دیا:

’’بیٹا! میں اسے دو بار روک چکا ہوں، لیکن یہ باز نہیں آرہی۔‘‘

پھر عثمان صاحب نے لکڑی اٹھا کر بلی کو بھگا دیا۔ یوں بلی کی زبان کٹنے سے بچ گئی۔

اس کے بعد عثمان صاحب اپنے بیٹے سے بولے:

’’دیکھو بیٹا! ہم انسان بھی اس بلی کی طرح ہیں۔ برا کام کرنے میں لگے رہتے ہیں اگرچہ اس

میں ہمارا نقصان کیوں نہ ہو جائے۔لیکن اسلام نے ہر موقع پر ہمارا خیال رکھا ہے۔

چنان چہ اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ جب کوئی شخص برا یا غلط کام کر رہا ہو تو اسے اس کام سے روکنا ضروری ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق، اسے ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ کہتے ہیں۔

جیسا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'تم میں سے کوئی شخص برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اور اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو دل میں برا سمجھے۔ اور دل میں برا سمجھنا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“

(مسلم شریف ، كِتَاب الْإِيمَانِ، باب بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنَ الإِيمَانِ وَأَنَّ الإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ وَأَنَّ الأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاجِبَانِ: رقم: 177)

☆☆☆☆☆

دس چیزیں

دس چیزیں دس آدمیوں میں بہت بری ہیں۔

(۱) تنگ نظری بادشاہوں میں۔

(۲) دھوکہ حسب نسب والے لوگوں میں۔

(۳) محتاجی علماء میں۔

(۴) جھوٹ قاضیوں میں۔

(۵) غصہ عقلمند لوگوں میں۔

(۶) بے وقوفی پختہ عمر کے لوگوں میں۔

(۷) بیماری حکیموں میں۔

(۸) مذاق اڑانے کی عادت تنگ دست لوگوں میں۔

(۹) فخر محتاج لوگوں میں۔

(۱۰) بخل مالدار لوگوں میں۔

انتخاب: عفیرہ ابراہیم اطہر

نو اہم نصیحتیں

(۱) پڑھیں......انتخاب کے ساتھ۔

(۲) غور کریں......گہرائی کے ساتھ۔

(۳) خدمت کریں......لگن کے ساتھ۔

(۴) بحث کریں......دلیل کے ساتھ۔

(۵) بولیں......اختصار کے ساتھ۔

(۶) مقابلہ کریں......جرأت کے ساتھ۔

(۷) عبادت کریں......محبت کے ساتھ۔

(۸) بات سنیں......توجہ کے ساتھ۔

(۹) زندگی طے کریں......اعتدال کے ساتھ۔

انتخاب: ش بنت جمیل احمد، مدھانی والا

ابوشفاء

آخری حصہ

رازِ سربستہ



علم طبیعات میں ابن سینا پہلا شخص ہے جس نے تجربی علم کو سب سے معتبر سمجھا۔ وہ پہلا طبیعات داں تھا جس نے کہا کہ روشنی کی رفتار لامحدود نہیں بلکہ اس کی ایک معین رفتار ہے۔ اس نے زہرہ سیارے کو بغیر کسی آلہ کے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اس نے سب سے پہلے آنکھ کی فزیالوجی، اناٹومی، اورتھیوری آف ویژن بیان کی۔ اس نے آنکھ کے اندر موجود تمام رگوں اور پٹھوں کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس نے بتلایا کہ سمندر میں پتھر کیسے بنتے ہیں، پہاڑ کیسے بنتے ہیں، سمندر کے مردہ جانوروں کی ہڈیاں پتھر کیسے بنتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

عمل کشید کی دریافت نویں صدی کے عظیم کیمیا داں جابر ابن حیان نے کوفہ میں کی تھی۔ جابر نے کیمیا کے بہت سے بنیادی آلات اور عوامل بھی ایجاد کئے جیسے oxidisation, filtration, evaporation, crystallisation, liquefaction & distillation۔ اس نے سلفیورک ایسڈ اور نائٹرک ایسڈ ایجاد کیا۔ اس کو ماڈرن کیمسٹری کا باوا آدم تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ قرع انبیق کے آلے کا موجد تھا جس سے اس نے شورے کا تیزاب (نٹرک ایسڈ) بنایا۔ اس نے نوشادر، گندھک کی مدد سے شورے کے علاوہ گندھک کا تیزاب ایجاد کیا۔ عمل کشید اور فلٹر کا طریقہ اس کی ایجادات ہیں۔

مغربی ممالک کے ہسپتالوں میں سرجری کے آلات بالکل وہی ہیں جو دسویں صدی کے جلیل القدر اندلسی سرجن ابو القاسم زہراوی (1013ء) نے ایجاد کئے تھے۔ اس نے 200 سے زیادہ سرجری کے آلات بنائے تھے جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: bone saws, scalpels,

fine scissors for eye,forceps surgery

وہ پہلا سرجن تھا جس نے کہا کہ گھوڑے کی آنتوں سے بنے ٹانکے قدرتی طور پر جسم میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ یہ دریافت اس نے اس لمحہ کی جب اس کے عود کی تار (string) بندر ہڑپ کر گیا۔ اس نے دوائیوں کے کیپسول بھی ایسی آنتوں سے بنائے تھے۔ (مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، زکریا ورک 2005ء علی گڑھ)

مسلمان اطباء نے افیون اور الکحل کو بطور (anaesthetics) کے استعمال کیا تھا۔ مسلمانوں نے موتیا بند کے آپریشن کیلئے hollow needles ایجاد کیں جو اب بھی استعمال ہوتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

علی ابن نافع (زریاب 857ء) نویں صدی میں عراق سے ہجرت کر کے اسلامی سپین آیا تھا۔ یہاں آ کر اس نے بہت سے نئی چیزوں کو رواج دیا جیسے اس نے کھانے میں تین ڈشوں کو رواج دیا یعنی پہلے سوپ، اس کے بعد مچھلی یا گوشت اور آخر پر فروٹ یا خشک پھل۔ اس نے ہی مشروبات کے لئے کرسٹل گلاس کا استعمال شروع کیا۔ اس نے کھانے کی میز پر میز پوش کو رواج دیا۔ اس نے سپین میں شطرنج اور پولو کا کھیل شروع کیا۔ اس نے چمڑے کے فرنیچر کو رواج دیا۔ اس نے کھانے کے آداب کو رواج دیا۔ اس نے ہی پرفیوم، کاسمیٹکس، ٹوتھ برش، اور ٹوتھ پیسٹ کو رواج دیا۔ اس نے چھوٹے بالوں کے فیشن کو رواج دیا۔ اس نے دنیا کا سب سے پہلا زیبائش حسن کا مرکز (بیوٹی سیلون) قرطبہ میں کھولا تھا۔ اس نے گرمیوں میں سفید کپڑے اور سردیوں میں گہرے رنگ کے کپڑے پہننے کا کہا اور اس کے لئے تاریخ بھی معین کی۔

☆☆☆☆☆

مسلمانوں کے لئے صفائی نصف ایمان ہے۔ صابن مسلمانوں نے ہی ایجاد کیا تھا جس کے لئے انہوں نے سبزی کے تیل کو سوڈیم ہائیڈرو آکسائیڈ میں ملا کر صابن تیار کیا تھا۔ یورپ کے صلیبی سپاہی جب یروشلم آئے تو مقامی عربوں کو ان سے سخت بدبو آتی تھی کیونکہ آج کے تہذیب یافتہ فرنگی غسل نہ لیتے تھے۔

برطانیہ میں شیمپو ایک ترک مسلمان نے متعارف کیا جب اس نے 1759ء میں برائی ٹن (Brighten) کے ساحل پر Mahomed's Indian vapour bath کے نام سے دکان کھولی۔ بعد میں یہ مسلمان، بادشاہ جارج پنجم اور ولیم پنجم کا شیمپو سرجن مقرر ہوا تھا۔ ملکہ وکٹوریہ غسل لینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتی تھی اس لئے وہ خوشبو بہت استعمال کرتی تھی۔

☆☆☆☆☆

قالین مسلمانوں نے سب سے پہلے بنانے شروع کئے تھے۔مسلمانوں کی قالین بنانے کی تکنیک (weaving technique) بہت اعلیٰ قسم کی تھی۔مسلمان یہ قالین فرش پر استعمال کرتے تھے جبکہ یورپ میں لوگوں کے گھروں میں فرش مٹی گارے کے ہوتے تھے۔یورپ میں ان قالینوں کے آنے سے گھر کا ماحول بدل گیا۔

☆☆☆☆☆

چیک (cheque) کا لفظ عربی لفظ سک سے اخذ ہے۔جس کے معنی تحریری وعدہ کے ہیں کہ اشیاء کے ملنے پر رقم ادا کردی جائیگی۔بجائے اس کے کہ تاجر رقم اٹھاتا پھرے۔عہدوسطیٰ میں چیک کے ذریعہ کہیں بھی مال خریدا جا سکتا تھا۔نویں صدی میں کوئی مسلمان تاجر چین میں چیک کیش کرسکتا تھا جو بغداد کے کسی بینک نے جاری کیا ہوتا تھا۔

☆☆☆☆☆

البیرونی نظام شمسی پر یقین رکھتا تھا جس کے مطابق زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور اپنے محور پر بھی۔ زمین کے گول ہونے پر وہ دیگر سائنسی مشاہدات اور قوانین سے اس قدر مطمئن تھا کہ اس کو کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ (Age of Faith, by Will Durant page 244)۔اسلامی سپین کے اسٹرانومر ابن حزم نے زمین کے گول ہونے کی جو دلیل دی وہ یہ تھی:
Sun is always vertical to a particular spot on Earth. گیلی لیو کو یہ بات پانچ سوسال بعد سمجھ آئی۔ البیرونی (1048ء) نے زمین کا محیط سب سے پہلے 1018ء میں جہلم (پنجاب) سے 42 میل دور ایک موضعہ دھریالہ جلوپ کے 1795 فٹ اونچے پہاڑ پر سے سائنسی تجربے کے ذریعہ دریافت کیا تھا جو اس کی تحقیق کے مطابق 24779 میل تھا۔آج کی تحقیق کے مطابق یہ 24858 میل ہے یعنی صرف 78 میل کا فرق۔

☆☆☆☆☆

ابو اسحق الزرقلی اندلس کا مانا ہوا اسٹرونامیکل آبزرور تھا۔ الزرقلی نے ایک خاص اصطرلاب الصفیحہ کے نام سے بنایا جس سے سورج کی حرکت کا مشاہدہ کیا جا سکتا تھا۔اس نے اصطرلاب پر ایک آپریٹنگ مینوئیل لکھا جس میں اس نے اس سائنسی حقیقت کا انکشاف کیا کہ آسمانی کرے بیضوی مدار میں گردش کرتے ہیں۔یہی انکشاف صدیوں بعد کیپلر نے کیا تھا۔

☆☆☆☆☆

مقناطیسی سوئی اگرچہ چین میں دریافت ہوئی تھی مگر اس کا صحیح مصرف مسلمانوں نے نکالا تھا۔ مسلمانوں نے جہاز رانوں کے لئے آلہ قطب نما

(Mariner's compass) ایجاد کیا۔ اسی طرح سروے کرنے کے لئے جو آلہ تھیوڈولائٹ استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی مسلمانوں نے ایجاد کیا تھا۔ اندلس کے سائنسداں امیہ ابوصلت نے 1134ء میں ایک حیرت انگیز مشین ایجاد کی جس کی مدد سے ڈوبے ہوئے بحری جہاز کو سطح آب پر لایا جاسکتا تھا۔

☆☆☆☆☆

جب اسلامی دور حکومت دنیا میں اپنے عروج پر تھا تو ایران کے حاتم اسفرازی نے مختلف دھاتوں کا وزن کرنے کے لئے دو اکائیوں کا استعمال شروع کیا یعنی درہم اور اوقیہ۔ جب مسلمانوں کے علمی خزانے یورپ منتقل ہوئے تو یہ وزن بھی وہاں پہنچے۔ رفتہ رفتہ درہم گرام بن گیا اور اوقیہ اونس بن گیا۔

☆☆☆☆☆

ابوعبداللہ محمد بن احمد (980ء) نے دنیا کا سب سے پہلا انسائیکلو پیڈیا "مفاتح العلوم" ترتیب دیا تھا۔ اس نے مضامین کی ترتیب کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا اور اپنی ضخیم کتاب کو حروف ابجد کے اصول پر مرتب کیا۔ یہی اصول آج بھی جدید انسائیکلو پیڈیاز میں استعمال کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

موتیابند کا سب سے پہلا آپریشن طبیب حاذق اور امراض چشم کے ماہر ابوالقاسم عمار موصلی (1005ء) نے کیا تھا۔ امراض چشم پر اس کی کتاب علاج العین کا جرمن ترجمہ 1905ء میں شائع ہوا تھا۔ اس نے آپریشن کے لئے خاص قسم کا نازک آلہ ایجاد کیا، آپریشن کے اصول اور قواعد مرتب کئے اور علاج کا طریقہ بتایا۔

☆☆☆☆☆

زمین کا محور (axis) دیکھنے میں تو بظاہر قطب تارے کی طرح ساکن نظر آتا ہے مگر حقیقت میں یہ ساکن نہیں بلکہ آہستہ آہستہ مدھم رفتار سے دائرے کی صورت میں گردش کرتا ہے۔ اس حرکت کے بہت خفیف ہونے کے باعث یہ ہمیں محسوس نہیں ہوتی ہے۔ یہ دریافت مصر کے سائنسداں عبدالرحمن ابن یونس (1009ء) نے کی تھی۔ یہ پیمائش اتنی چھوٹی ہے کہ اسے معلوم کرلینا ابن یونس کی ہئیت دانی کا کمال تھا۔ (مسلمان سائنسداں اور ان کی خدمات از ابراہیم عمادی ندوی صفحہ 92)

☆☆☆☆☆

دنیا کا سب سے پہلا فاؤنٹین پین مصر کے سلطان کے لئے 953ء میں بنایا گیا تھا۔ ایسا پین جو سلطان کے ہاتھ یا کپڑے دستخط کرتے وقت گندے نہ کرے۔ اس پین کے اندر روشنائی محفوظ رہتی اور کشش ثقل سے نب تک پہنچتی تھی۔

☆☆☆☆☆

مشہور ہئیت داں ابو الوفا بوزجانی

(1011ء) نے ثابت کیا کہ سورج میں کشش ہے اور چاند گردش کرتا ہے۔ اس نظریے کے تحت اس نے یہ دریافت کیا کہ زمین کے گرد چاند کی گردش میں سورج کی کشش کے اثر سے خلل پڑتا ہے اور اس وجہ سے دونوں اطراف میں زیادہ سے زیادہ ایک ڈگری پندرہ منٹ کا فرق ہو جاتا ہے۔ اس کو علم ہئیت کی اصطلاح میں ایوکشن (Evection) یعنی چاند کا گھٹنا بڑھنا کہتے ہیں۔ اس نظریے کی تصدیق سولھویں صدی کے یورپ کے ہئیت داں ٹائیکو براہی نے کی تھی۔

☆☆☆☆☆

ابو الحسن علی احمد نسوی (1030ء) کی اہم دریافت وقت کی تقسیم در تقسیم کے لئے ایک نئے طریقے کی ایجاد ہے جسے حساب ستین کہتے ہیں۔ اس نے وقت کی ایک ساعت یا زاویہ (گھنٹہ) کو 60 پر تقسیم کیا، اس ساٹھویں حصے کو اس نے دقیقہ کہا جس کے لفظی معنی ہیں خفیف۔ اس دقیقہ کو اس نے دوبارہ تقسیم کیا جسے اس نے ثانیہ کہا یوں ساعت کی تقسیم دقیقہ اور ثانیہ میں ہوگئی۔ دقیقہ کے لئے انگریزی میں لفظ منٹ وضع ہو گیا جس کے معنی خفیف یا باریک کے ہیں۔ ثانیہ کے لئے انگریزی میں سیکنڈ کا لفظ بن گیا۔ گھڑی کے ڈائیل پر جو ہندسے کندہ ہوتے ہیں اور جو منٹ (دقیقہ) اور سیکنڈ (ثانیہ) میں تقسیم ہیں وہ ابو الحسن کی ذہانت کا کرشمہ اور اس کی یاد دلاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

یگانہ زمانہ عمر بن خیام (1123ء) نہ صرف نکتہ آفریں شاعر بلکہ علم ہئیت اور ریاضی کا بھی ماہر کامل تھا۔ اس نے ایران میں ایک نیا جلالی کیلنڈر شروع کیا جو جولی این اور گریگورین کیلنڈروں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس کیلنڈر کے مطابق 3770 سالوں میں ایک دن کا فرق پڑتا ہے۔ لیپ ائیر کا تصور سب سے پہلے اس نے ہی پیش کیا تھا۔ اہل ایران ان کو دزدیدہ (چرائے ہوئے دن) کہتے ہیں۔ عمر خیام کا یہ شمسی کیلنڈر آج بھی پوری دنیا میں رائج ہے اس نے ایک سال کی مدت 2421985156.365 نکالی جبکہ کمپیوٹر نہیں ہوتے تھے۔

☆☆☆☆☆

عبداللہ الادریسی (1166ء) سسلی کے بادشاہ راجر دوم (1154ء) کا سائنسی مشیر تھا۔ علم جغرافیہ پر اس کی شہرہ آفاق تصنیف کا نام "نزہتہ المشاق فی احتراق الآفاق" ہے۔ الادریسی نے دنیا کا ایک چاندی کا ماڈل تیار کیا جو اس نے قیاس اور تجربے کی بناء پر گول بنایا۔ یہ دنیا کا سب سے پہلا ماڈل تھا۔ اپنی کتاب میں اس نے دنیا کے ممالک کے ستر سے زیادہ نقشے بھی دیے جو یورپ میں تین سو سال تک رائج رہے۔ کتاب مسلمانوں کے سائنسی کارنامے میں اس ماڈل کی ڈایا گرام صفحہ 145 پر موجود ہے۔

☆☆☆☆☆

شام کے ملک میں پیدا ہونے والا با کمال طبیب علاء الدین ابن النفیس القرشی (1289ء) پہلا انسان ہے جس نے کہا کہ انسانی جسم میں خون گردش کرتا ہے۔ یہ دریافت اس نے ولیم ہاروے (1687ء) سے چارسو سال قبل کی تھی۔ اس نے کہا کہ خون وریدی شریان (veinous artery) سے ہو کر گزرتا ہے اور پھر پھیپھڑوں میں پہنچ کر تازہ ہوا سے ملتا، اس کے بعد صاف ہو کر پورے جسم میں دورہ کرتا ہے۔ اس طرح خون جسم کے ہر حصے میں پہنچتا رہتا ہے۔ اس نظریے کو Pulmonary circulation of blood کہا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

لسان الدین ابن الخطیب (1374ء) دنیا کا پہلا مایہ ناز طبیب اور محقق تھا جس نے طاعون کا جراثیم کے ذریعہ پھیلنے کا نظریہ پیش کیا۔ اس نے کہا کہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں: متعدی اور غیر متعدی امراض۔ متعدی امراض کے پھیلنے کی وجہ وہ نہایت باریک کیڑے ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے مگر وہ مرض کے کیڑے ہوتے ہیں۔

چودھویں صدی میں یورپ میں چرچ کی حکومت تھی۔ یورپ میں اس وقت طاعون کا دور دورہ تھا۔ عیسائیت کے اثر کے تحت عوام الناس طاعون کو خدا کا عذاب سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ مگر طبیب اعظم ابن الخطیب نے اس مرض پر تحقیق کی اور لوگوں کو کہا کہ وہ مریض کے کپڑے، برتن یا کان کی بالیاں ہرگز استعمال نہ کریں۔ جو مریض سے نہیں ملتے وہ بیمار نہیں ہوتے اس سے ثابت ہوتا کہ یہ خدا کا عذاب نہیں بلکہ متعدی بیماری ہے۔

☆☆☆☆☆

قلزم انسانیت کا مینارہ ضوبار ابو القاسم الزاہراوی (1013ء قرطبہ) قرون وسطیٰ کا سب سے عظیم سرجن تھا۔ سرجری کے موضوع پر اس کی کتاب ”التصریف لمن عجز عن التالیف“ ہے۔ اس میں جراحی کے 200 آلات کی ڈایا گرام دی گئیں ہیں جن میں کئی ایک ابھی تک آپریشن روم میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں اس نے کیٹاریکٹ (موتیا بند) کے آپریشن کا تفصیل سے ذکر کیا۔ زخموں کو سینے کے لئے اس نے ریشم کا دھاگہ استعمال کیا۔ اس نے نقلی دانت گائے کی ہڈی سے بنائے۔ اس کے سات سو سال بعد امریکہ کا صدر جارج واشنگٹن لکڑی کے ڈینچر لگایا کرتا تھا۔ یوں اس نے آرتھوڈینٹسری کی بنیاد رکھی۔ اس نے کاسمیٹکس میں کئی چیزوں کو شروع کیا جیسے ڈیوڈرنٹ، بال نکالنے کے لئے موچنا، ہینڈ لوشن، بالوں کے لئے خضاب، سن ٹین لوشن، بدبو دار سانس کے لئے اس نے الائچی اور دھنیے کے پتے چبانے کو کہا۔ زکام سے نجات پانے کے لئے

اس نے کافور، مشک اور شہد کا ایک مکسچر تیار کیا (امریکہ میں اس کو vapor rub) کہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

اسلامی سپین کا جلیل القدر طبیب اور فلاسفر ابن رشد (1198ء) دنیا کا پہلا طبیب ہے جس نے آنکھ کے اس پردہ جس میں بصارت کی حس ہوتی یعنی ریٹینا (retina) کا صحیح سائنسی عمل بیان کیا تھا۔

ایک اور تہلکہ خیز طبی انکشاف اس نے یہ کیا کہ جس شخص کو ایک بار چیچک ہو جائے پھر وہ اس کو دوبارہ لاحق نہیں ہوتی ہے۔ سورج میں سن سپاٹس سب سے پہلے ابن رشد نے دریافت کئے تھے۔ (سوانح ابن رشد از زکریا ورک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی 2006ء)

یورپ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ دھبے پہلے پہل گلیلو کی دوربین کو نظر آئے، جنھوں نے ابن رشد کی آنکھ بند ہوئے ۳۶۶ سال بعد انکھیں کھولی ہیں۔

ابن الخطیب کے مطابق متعدی امراض نہ نظر آنے والے نہایت باریک جانداروں سے ہوتے ہیں جنہیں جراثیم (microbes) کہا جاتا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ جراثیم مریض کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور اس کی استعمال شدہ اشیاء کے استعمال سے دوسرے افراد میں منتقل ہو سکتے ہیں۔ اس انسان نے مائیکرو بیالوجی کی بنیاد رکھی۔

☆☆☆☆☆

یورپ کی سب سے پہلی رصدگاہ اشبیلیہ (اسلامی سپین) کی جامع مسجد کا تین سو فٹ اونچا مینارہ، گیرالڈا ٹاور (Geralda Tower) تھا جہاں جابر ابن افلاح (1240ء) نے اجرام فلکی کے مشاہدات کئے تھے۔

☆☆☆☆☆

اندلس کے شہر اشبیلیہ کا مکین ابو مروان ابن زہر (1162ء) دنیا کا سب سے پہلا پیرا سائٹالوجسٹ (Parasitologist) تھا۔ اس نے خارش کے کیڑوں (scabies) کو بیان کیا۔ علاوہ ازیں طب میں اس کی پانچ دریافتیں قابل ذکر ہیں:

رسولی (tumors)، درمیانی کان کا التہاب (inflammation of middle ear) التہاب غلاف قلب (pericarditis)، فالج حلقوم (paralysis of pharynx)، قصبۃ الریہ کی عمل جراحی (Tracheotomy)

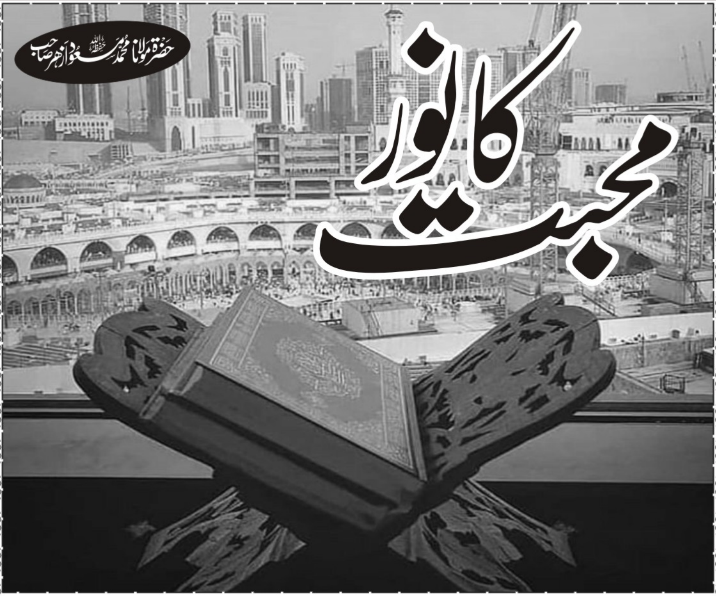
☆☆☆☆☆

مایہ ناز مسلمان انجینئر بدیع الزماں الجزائری نے 1206ء میں ایک ایسی مشین بنائی جس کے ذریعہ پانی بلندی تک لے جایا جاتا تھا۔ ماڈرن مشینوں میں کرینک شافٹ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

بقیہ 82 صفحہ پر

محبت کا نور

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ



اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ’’محبّت‘‘ کا نور عطا فرمائے......

اللہ تعالیٰ کی ’’محبّت‘‘ بہت بڑی اور بہت میٹھی نعمت ہے...... یہ ایسی نعمت ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا......

اللہ تعالیٰ نے ہمارے ’’دلوں‘‘ کو ہمارے ’’جسموں‘‘ سے سات ہزار سال پہلے پیدا فرمایا...... اور ان ’’دلوں‘‘ کو اپنے مقامِ قُرب میں رکھا......

کیا ہمارے لئے جائز ہے کہ اپنا ’’دل‘‘ اللہ پاک کے سوا کسی اور کو دے دیں؟...... یہ عشق نہیں ظُلم ہے کہ...... دل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یاد میں لگایا جائے......

وساوس کا مسئلہ

وسوسے اور خیالات تو ہر کسی کو آتے ہیں......

شیطان دل کے اوپر بیٹھ کر اپنی ’’سونڈ‘‘ دل سے لگا کر اس میں بُرے خیالات کا زہر چھوڑ دیتا ہے...... لیکن جب دل ’’اللہ، اللہ‘‘ کر رہا ہو تو شیطان اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا...... ویسے بھی انسان دنیا میں رہتا ہے...... اُس کی آنکھیں بہت کچھ دیکھتی ہیں...... اُس کے کان بہت کچھ سنتے ہیں...... انسان کے اندر ’’نفس‘‘ بھی موجود ہے...... انسان کو اللہ تعالیٰ نے ’’عقل‘‘ بھی دی ہے......

انسان کوئی معمولی چیز تو نہیں ہے...... یہ تو

زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ یعنی نائب بنا کر بھیجا گیا ہے...... اسی لئے اس میں سوچنے، سمجھنے کی طاقت ہے...... سوچنے کے عمل کی وجہ سے ''وسوسے'' اور ''خیالات'' بھی پیدا ہوتے ہیں...... کبھی اچھے اور کبھی برُے......

آپ سب سے پہلے یہ اندازہ لگائیں کہ آپ کو برُے خیالات زیادہ آتے ہیں یا اچھے...... اگر اچھے خیالات زیادہ آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں...... اور اگر دل و دماغ ہر وقت ''ڈش انٹینا'' بنا ہوا ہے کہ...... ایک کے بعد دوسرا برُا خیال چلتا رہتا ہے تو پھر بھی...... پریشان نہ ہوں بلکہ ''علاج'' کی فکر کریں......

ٹریفک اور سڑک

انسان کا ''دماغ'' ایک ایسی سڑک کی طرح ہے جس پر ہر وقت ''ٹریفک'' چلتی رہتی ہے...... سڑک پر گھوڑے، گدھے، سائیکل، گاڑی...... اور ٹرک سب کچھ چلتے ہیں...... گھوڑے اور گدھے کبھی کبھار سڑک پر لید اور پیشاب بھی کر دیتے ہیں...... انسان کے دماغ میں چلنے والے خیالات اور وساوس بھی اسی طرح کے ہیں...... کبھی کوئی گدھا، گھوڑا لید اور پیشاب کر دیتا ہے...... اور کبھی کوئی معطر انسان گزرتا ہے تو خوشبو پھیل جاتی ہے......

انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اس ٹریفک کو روک دے...... خیالات آتے رہتے ہیں اور آتے رہیں گے...... یہ کبھی نہیں رُکتے...... جو ان خیالات سے پریشان ہو جاتا ہے اُس کو وساوس اور زیادہ آتے ہیں اور خوب ستاتے ہیں...... اس لئے وساوس کو روکنے کی بجائے انہیں ''قابو'' اور کنٹرول کرنے کا طریقہ سیکھیں......

یاد رکھیں جو لوگ اپنے خیالات اور وساوس کو قابو کرنے کا طریقہ سیکھ لیتے ہیں وہ بہت مزے کرتے ہیں...... بہت دور دور کی سیریں کرتے ہیں...... بہت اونچا اونچا اُڑتے ہیں...... اور بغیر کسی خرچے اور ٹکٹ کے ہر جگہ ہو آتے ہیں......

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ ''انسان'' کو بہت طاقت دی ہے...... اب انسان کی مرضی کے وہ بے کار ہو کر مکھیاں مارتا ہے...... یا اپنی قیمت کو سمجھ کر دنیا اور آخرت کی کامیابیاں خرید لے......

اصلاح کا آسان راستہ

وہ خوش نصیب مسلمان جو ''جہاد فی سبیل اللہ'' میں نکلنے کا ارادہ کر لیتے ہیں...... اُن کا کام تو کافی آسان ہو جاتا ہے......

انسان کے ''وساوس'' کا تعلق دنیا کی زندگی سے زیادہ ہے...... اب جو آدمی اس زندگی کو قربان کرنے کا ارادہ کر لے تو اُسے کیا وساوس آئیں گے؟...... بارش ہو یا نہ ہو، پٹرول سستا ہو یا مہنگا...... پڑوس والی اچھی ہو یا برُی اس کو کیا پرواہ؟...... زندگی گناہ مانگتی ہے...... جب زندگی

ہی قربان تو گناہوں کے کیا خیالات آئیں گے؟ ...... اب تو بس یہ فکر ہوگی کہ پچھلے گناہ معاف ہو جائیں...... اور یہ خوف ہوگا کہ قبر پتا نہیں کیسی ہو گی؟......

دل میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ابھرے گا تو "محبت" کا نور شعلے برسائے گا......اور جب نور برستا ہے تو خواہشات کی آگ بُجھ جاتی ہے...... ایک آدمی یہ تک سوچتا ہے کہ بیس سال بعد میرے ساتھ کیا ہوگا؟...... اور دوسرا کل کا بھی نہیں سوچتا...... بلکہ ہر آن قربانی کے لئے تیار رہتا ہے......

ان دونوں کے خیالات میں بہت فرق ہوتا ہے...... اور پھر ہر ہر قدم اور ہر ہر ادا پر اجرو ثواب ملتا ہے...... کیونکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی "محبت" ہوتی ہے......اور محبت والوں کی کوئی ادا ضائع نہیں جاتی......

باقی لوگ کیا کریں

محاذ کی طرف دوڑنے والوں کیلئے تو آسانی ہوگئی...... مگر باقی لوگ کیا کریں؟...... پہلا کام تو یہ کرلیں کہ آپ بھی "جہاد" کی نیت کرلیں...... اور دوسرا کام یہ کریں کہ اپنے خیالات اور وساوس کو قابو رکھنے کے لئے تھوڑی سی محنت کرلیں ......لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے؟...... جی ہاں بالکل ممکن ہے......

آپ جب اپنی کوئی پسندیدہ چیز دیکھ رہے ہوں تو اس وقت "خیالات" کہاں چلے جاتے ہیں؟...... فلموں کے شوقین جب فلم دیکھتے ہیں تو ایسے گُم ہو جاتے ہیں کہ کسی اور چیز کا خیال تک نہیں رہتا...... یہ تو ہم بدنصیب ہیں کہ "نماز" میں بھی گُم نہیں ہوتے...... ورنہ لوگ تو کمپیوٹر کی سکرین میں کھو جاتے ہیں...... اور کسی کو ای میل کرتے ہوئے تو اُن کے جسم کے بال تک کھڑے ہو جاتے ہیں......

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ اپنے خیالات کو ایک حد تک قابو کرسکتا ہے...... پس ہمیں چاہئے کہ اپنے وساوس اور خیالات کو قابو کریں...... اور پھر کچھ وقت اپنے دماغ اور دل پر اچھے خیالات کا بلڈوزر چلایا کریں تاکہ...... دماغ کی سڑک سے ہر ناپاکی دُور ہو جائے......

ایک آسان طریقہ

خیالات اور وساوس کو قابو کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ...... کچھ دن تک پابندی سے تھوڑا سا وقت اپنے "سانس" کی نگرانی کریں ...... زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ...... زمین پر سیدھے بیٹھ جائیں...... اور اپنے سانس کی طرف توجہ کریں کہ وہ اندر جارہا ہے اور باہر آرہا ہے......

ہم روزانہ لاکھوں بار سانس لیتے ہیں مگر یہ "آٹو میٹک" نظام خود چلتا رہتا ہے...... اِس وقت آپ یہ مضمون پڑھ رہے ہیں اور آپ کا سانس جاری ہے...... مضمون پڑھنے کے بعد آپ آنکھیں بند کر

کے سانس کی طرف پوری توجہ کرلیں......تب آپ کو محسوس ہوگا کہ ابھی سانس اندر گیا اور اب باہر آیا...... باقی تمام باتیں سوچنا بند کر دیں......توجہ اِدھر اُدھر بھاگے تو اُس کو پکڑ کر واپس لے آئیں اور سانس کی طرف متوجہ رہیں......

دو منٹ سے پانچ منٹ...... یہ اپنے آزاد خیالات کو قابو میں کرنے کی پہلی مشق ہوگی......پھر اتنا ہی وقت اپنے سانس سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں......سانس اندر جارہا ہے اور کہتا ہے ''اللہ'' اور باہر آرہا ہے تب بھی کہتا ہے ''اللہ''......

آنکھیں بند کر کے اپنے سانس کی طرف توجہ رکھیں......اور سانس کو ذکر اللہ میں لگا دیں......نہ کوئی خیال نہ کوئی وسوسہ......تھوڑی دیر ہم نے اپنے سانسوں کو اپنے قابو میں کر کے اُن کے مالک حقیقی کے ذکر میں لگا دیا......

دل کی تڑپ

دل تو ''اللہ تعالیٰ'' کا ہے...... یہ بہت عرصہ اللہ تعالیٰ کے ''مقام قُرب'' میں رہا ہے...... پھر اس کو جسم میں قید کر دیا گیا تو تب بھی اپنے پُرانے مقام کے لئے تڑپتا رہتا ہے......

اسے ہر وقت ''اللہ تعالیٰ'' کی جستجو لگی رہتی ہے...... جو لوگ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگاتے ہیں......وہ اپنے ''دل'' کی تڑپ پوری کرتے ہیں...... دل اُن سے خوش ہوتا ہے اور اُن کو دعائیں دیتا ہے......

اس لئے یہ دل ''اللہ والوں'' کی صحبت میں بہت مسرّت پاتا ہے...... اور ''اہل دنیا'' سے گھبراتا ہے......

مگر جو لوگ دل کو اُس کی ''غذا'' نہیں دیتے اُن کا دل ناراض ہوتا ہے......وہ سخت اور داغدار ہو جاتا ہے......اور ہر وقت مُرجھایا رہتا ہے...... ایسے لوگوں کو خوش رہنے کے لئے شراب، کباب، شباب اور موسیقی کا سہارا لینا پڑتا ہے......مگر خوشی کہاں؟...... اصل خوشی تو دل کی ہوتی ہے...... جب دل ہی سخت ہو جائے تو پھر حقیقی خوشی کہاں مل سکتی ہے......

اگلا مرحلہ

سانس کی طرف توجہ کر کے...... اور اُس کو ذکر میں لگا کے خیالات کو قابو کرنے کا پہلا مرحلہ تو طے ہو گیا......

اللہ کے بندو! یہ بہت آسان ہے مگر غفلت کی وجہ سے دو چار منٹ کا یہ کام بھی مشکل لگتا ہے......

وہ مسلمان جن کو حقیقی اللہ والوں کی صحبت مل جاتی ہے...... اُن کے لئے تو یہ سارے مرحلے آسان ہو جاتے ہیں......

پانچ منٹ کیا وہ پانچ گھنٹے کے ذکر سے بھی نہیں تھکتے......

''رنگ و نور'' کے اسی کالم میں سات منٹ کا ایک نصاب کچھ عرصہ پہلے عرض کیا تھا...... الحمد للہ

کئی مسلمانوں کو اُس سے بہت فائدہ ہوا......

اب یہ دوسرا آسان سا نصاب عرض کیا جارہا ہے...... اللہ تعالیٰ اسے بھی میرے لئے...... اور آپ سب کے لئے نافع بنائے......

دراصل ہم نے اپنے خیالات کو بہت "آزاد" چھوڑ رکھا ہے...... اور پھر ہم ہر وقت "وساوس" کی شکایت کرتے ہیں......

مجھے بہت عجیب خطوط آتے ہیں...... ہمارے بہت سے باہمت بھائی...... اور بہنیں اب وساوس سے تنگ آکر مایوس ہوتے جا رہے ہیں...... حالانکہ "مایوس" ہونے کی کوئی بات ہی نہیں ہے......

آپ اپنے "خیالات" اور "وساوس" کو اپنے قبضے میں لے لیں...... اور پھر روزانہ صرف پانچ منٹ اچھی باتیں سوچا کریں......

کبھی اللہ تعالیٰ کی محبت کو سوچیں...... کبھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچیں...... کبھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت کو سوچیں...... کبھی اپنی قبر اور آخرت کے مراحل کو سوچیں......

دماغ کی سڑک پر صرف پانچ منٹ اچھی سوچوں کی ٹریفک چلادیں تو سڑک مکمل طور پر پاک صاف ہوجائے گی......

بس تھوڑی سی ہمت کریں...... یہ دنیا اور پھر آگے آخرت ہمت والوں کی جگہ ہے......

اس چھوٹے سے نصاب پر ایک ہفتہ عمل کریں...... روزانہ پانچ منٹ اپنے دل اور دماغ پر قرآنی آیات، احادیث...... اور اچھے خیالات چلانا شروع کردیں...... باقی باتیں انشاء اللہ اگلے ہفتے عرض کی جائیں گی......

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا کثیرا

☆......☆......☆

کوپن برائے

"وہ کون تھا؟"

نام:..

ولدیت:..

مکمل ایڈریس:..

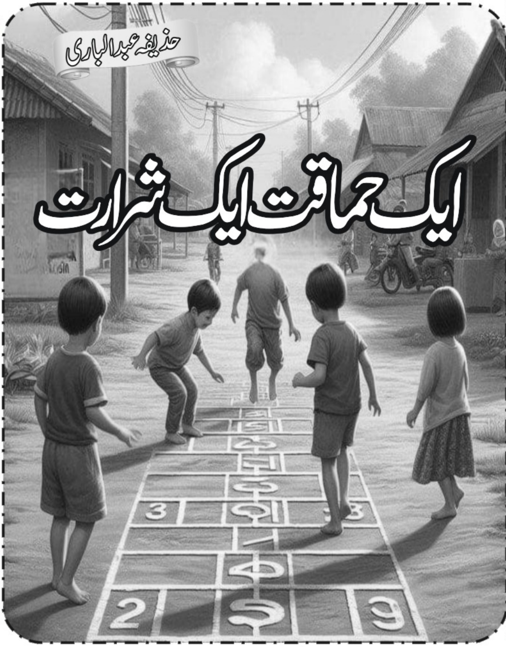
تعلیم:..

جواب:..

ہدایات: (انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا اور ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور جواب بغیر کوپن کے قبول نہیں کیا جائے گا)

ایک حماقت ایک شرارت

حذیفہ عبدالباری



شرارت اور حماقت میں کون بازی لے گیا ،اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

معلوم نہیں کہ بچپن کا دور ایسا ہی سہانا، حسین، دلفریب اور سنہرا ہوتا ہے یا وقت کی دبیز چادر کے جھروکوں سے ایسا لگتا ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آج کل کے بچوں کا بچپن اتنا پر رونق، رنگین اور پر جوش نہیں جیسا ہمارا بچپن تھا۔

موبائل فون اور انٹرنیٹ میں غرق بچوں کی دنیا ایک کمرہ تک محدود ہوتی ہے جبکہ ہمارے کھیلوں اور شرارتوں، کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اکثر ہمارے کھیلوں کے شور اور ہنگاموں سے گھر والے اور کبھی کبھی اہل محلہ بھی عاجز رہتے تھے۔

ہمارے بچپن کے محبوب کھیل آنکھ مچولی، چور سپاہی، اندھا بھینسا، اونچ نیچ اور کوڑا جمال شاہی ہوتے تھے۔

جب کچھ اور بڑے ہوئے تو گلی ڈنڈا، کبڈی، گیند تڑی، گیند بلا، فٹ بال کی طرف راغب ہوئے۔

لو کے گرم تھپیڑوں اور دانت کٹکٹانے والی سردی میں بھی ہم اسی طرح ان کھیلوں میں محو رہتے۔

یہ بھی درست ہے کہ دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق آج کے بچے ہمارے دور کے بچوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ذہین، ذہنی طور سے پختہ، پر اعتماد ہیں۔

زندگی کے جو رموز ہم پر دس بارہ سال کی عمر میں کھلے آج پانچ چھ سال کے بچے ان حقائق سے آگاہ ہیں۔

اب ذرا ایک واقعہ سے آج کے دور کے بچے کی ذہانت اور ذہنی پختگی کا اندازہ کریں۔

کچھ عرصہ پیشتر میں لان میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا اور میرا چار سالہ پوتا ایان میری کرسی کے

چاروں طرف اسکوٹی پر سوار چکر لگا رہے تھا تو میں نے ان کو اپنے پاس بلا کر کہا۔

’’بیٹا! اگر آپ مجھے پچاس تک گنتی سنا دیں تو میں آپ کو پچاس روپیہ انعام دوں گا۔‘‘

ایان نے فر فر گنتی سنا دی اور پچاس روپیہ کا نوٹ جیب میں ٹھونس کر آئسکریم والے کو بلانے کے لئے گیٹ کی طرف گھوم گئے۔ کچھ سوچ کر وہ پھر واپس آئے اور کہنے لگے۔

’’ویسے دادا..! مجھے گنتی ہنڈرڈ تک آتی ہے۔ سناؤں؟‘‘

☆......☆......☆

بچپن کی یادوں کی کہکشاں سے ایک شرارت کا احوال بھی سن لیں۔

ہمارے جگری دوستوں میں ایک یونس کپاڈیا تھے۔ جن کو ہم پیار سے کباڑیا کہتے تھے کیوں کہ حلیہ سے وہ لگتے بھی ایسے ہی تھے۔

کباڑیا کا شمار محلے کے شریر ترین لڑکوں میں ہوتا تھا۔ وہ ہر روز کسی نئی شرارت کا پروگرام لے کر آتے اور کبھی کبھی ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ اکثر وہ تو اپنی چالاکی کی وجہ سے بچ کر نکل جاتے اور ہم پھنس جاتے۔

ایک بار ہمارا دل پلاؤ کھانے کے لئے بہت مچل رہا تھا۔

دبی دبی زبان سے اماں سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے خوب صورتی سے ٹال دیا۔

ایک دن دوپہر کو گلی ڈنڈا کھیلنے کے بعد ہم اور کباڑیا نیم کے نیچے بیٹھے سستا رہے تھے۔ جب ہم نے ان سے پلاؤ کھانے کی خواہش کا ذکر کیا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں کچھ دیر ہونٹ سکوڑ کر سوچتے رہے پھر بولے۔

’’یار! ایک ترکیب ہے۔ تم کہہ رہے تھے کہ جب تمہارے ماموں موتی میاں حسن پور سے آتے ہیں تو تمہاری اماں پلاؤ ضرور بناتی ہیں۔‘‘

’’ہاں وہ تو ہے لیکن فی الحال تو ماموں کے آنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔‘‘ ہم نے لقمہ دیا۔

’’یار سنو تو! تم تو گاؤں کے گاؤدی ہو۔ ایسا کرو کہ ماموں کی طرف سے اپنے گھر کے پتے پر ایک خط لکھو جس میں یہ اطلاع ہو کہ تمہارے ماموں فلاں فلاں تاریخ کو تمہارے گھر پہنچ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی آمد کی خبر سن کر تمہاری امی ان کی پسند کے کھانے پکائیں گی۔ ماموں نے تو آنا نہیں ہے۔ کچھ دیر انتظار کر کے گھر کے لوگ ہی وہ کھانا کھائیں گے۔‘‘

’’یار کباڑیا! بات تو پتے کی ہے لیکن اگر پول کھل گیا تو شامت آجائے گی۔‘‘

ہم نے خدشہ ظاہر کیا۔

’’کچھ نہیں ہوگا۔ کچھ دن بعد یہ بات پرانی ہو جائے گی۔ تمہارے ماموں کون سے روز روز آتے ہیں لیکن دوست! ہمیں بھی اس موقع پر یاد رکھنا۔‘‘ کباڑیا مسکرائے۔

قصہ مختصر! دو پیسے کا پوسٹ کارڈ خرید ا گیا۔

کباڑیا کی بیٹھک میں کونڈا بند کر کے ہم نے کانپتی انگلیوں سے قلم پکڑا۔ کباڑیا نے ڈانٹتے ہوئے قلم لے لیا۔

”یار! تم بالکل عقل سے پیدل ہو۔ ایک تو تمہارا خط اتنا خراب ہے کہ تم خود نہیں پڑھ سکتے۔ اس کے علاوہ گھر میں ہر کوئی تمہاری تحریر پہچانتا ہے۔ فوراً پکڑے جاؤ گے۔“

یوں خط لکھنے کے فرائض کباڑیا نے انجام دیے۔ خط ماموں کی طرف سے ہماری اماں کے نام تھا جس میں یہ اطلاع تھی کہ ماموں ہفتہ کی شام تشریف لا رہے ہیں۔

جب ہم وہ خط چوکی چوراہے کے لیٹر بکس میں پوسٹ کرنے جا رہے تھے تو ڈر کے مارے پیر کانپ رہے تھے اور ایسا لگتا ہے کہ پورا شہر ہمیں گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ بہت انتظار کے بعد جمعرات کے دن وہ تاریخی خط پہنچ گیا۔

ہم نے دیکھا کہ دوسری ڈاک کے ساتھ وہ پوسٹ کارڈ ہمارے والد صاحب کے سرہانے رکھا تھا۔ خط پڑھنے کے بعد ہمارے والد صاحب نے ہماری اماں سے کہا:

”ارے بھئی سنتی نہیں ہو (قبلہ والد صاحب ہماری والدہ کو ”سنتی نہیں ہو“ یا ”کہاں گئیں“ کہہ کر مخاطب کرتے تھے) ہفتہ کی شام کو موتی میاں آ رہے ہیں۔“

اماں بہت خوش ہوئیں۔ ابھی تک ہماری اسکیم کامیاب جا رہی تھی۔ ہفتہ کے دن تیسرے پہر پلاؤ کی یخنی چولھے پر چڑھ گئی۔ شامی کباب کے لیے چنے کی دال اور قیمہ سل پر پسنا شروع ہوا۔ کھانے کی خوشبو سے شام ہی سے پیٹ میں چوہے دوڑنا شروع ہو گئے۔

شام چار بجے ایک ایسا بم گرا کہ ہمارے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ ہم سائیکل پر دہی لے کر آ رہے تھے۔ دیکھا کہ ہمارے گھر کے سامنے ایک سائیکل رکشے سے ہمارے موتی ماموں اپنا مخصوص خاکی رنگ کا تھیلا لیے اتر رہے ہیں۔

ہمیں دیکھتے ہی انہوں نے گلے سے لگایا۔ ہماری ایسی سٹی گم تھی کہ ہمیں ان کو سلام کرنے کا خیال بھی نہیں آیا۔ رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ ماموں کے خط کا ذکر ضرور آئے گا اور ہماری شرافت کا سارا پھول کھل جائے گا۔

ماموں کے گھر میں آتے ہی ہم ان سے چپک گئے کہ جیسے ہی خط کا ذکر آئے ہم بچاؤ کی کچھ ترکیب کریں۔ دو تین گھنٹے خیریت سے گزر گئے۔

مغرب کی نماز کے بعد ہم سب لوگ آنگن میں بیٹھے تھے۔ ماموں محفل سجائے شکار کے فرضی قصے سنا رہے تھے۔ ہماری اماں ادھر سے گزریں اور کہنے لگیں۔

”ارے بھیا! تو نے تو لکھا۔۔۔ اتنا سنتے ہی ہم پیٹ دبا کر ایسے کراہے کہ سب گھبرا کر ہماری

طرف متوجہ ہو گئے۔ ہم پیٹ پکڑ کر پلنگ پر لیٹ گئے۔ اماں کام چھوڑ کر ہماری طرف لپکیں۔

”کہتی ہوں گندی چیزیں نہ کھایا کرو!“

پھر ہمارے بڑے بھائی کو مخاطب کر کے بولیں:

”ابرار! جا بیٹا! جلدی جا، اس کو لے کر ڈاکٹر شمیم کے پاس۔“

ہمارے نہ چاہتے ہوئے بھی ابرار بھائی سہارا دے کر نزدیک واقع ڈاکٹر صاحب کے کلینک پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب نے معائنے کے بعد اپنا وہی مخصوص گلابی کڑوا شربت اور گولیاں اور ساتھ ہی چکنی غذا تک تو ٹھیک تھا چاولوں سے بھی پرہیز کی تاکید کی۔

”تو ڈاکٹر صاحب! کیا پلاؤ بھی نہ کھاؤں؟“ ہم نے منہ بسورتے ہوئے پوچھا۔

”ہرگز نہیں۔“

ڈاکٹر صاحب نے ناک پر رکھی عینک کے اوپر سے گھورتے ہوئے ہمیں ڈانٹنے کے انداز میں کہا۔

رات کو سب لوگ دسترخوان کے گرد بیٹھے پلاؤ اور شامی کباب کے مزے لے رہے تھے اور ہم چمچے سے دلیا کھاتے ہوئے حسرت کی نگاہ سے سب کو دیکھ رہے تھے۔

گلی میں سے کباڑیا کی مخصوص سیٹی کی آواز آ رہی تھی۔ شاید وہ بھی بھوک سے تلملا رہا تھا۔

خیر ہوئی کہ کھانے کے بعد ماموں جلدی سو گئے اور اگلے دن کچھ خریداری کرنے کے بعد جلدی چلے گئے اور ہمارے خط کا پول نہ کھلا۔

البتہ اس شرارت کی قدرت کی طرف سے جو سزا ملی اس کی یاد آج بھی تازہ ہے۔

☆......☆......☆

حضرت عمر فاروقؓ کے اقوال

☆ جو شخص راز چھپاتا ہے وہ اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔

☆ جس سے تم کو نفرت ہو اس سے ڈرتے رہو۔

☆ سب سے زیادہ عاقل وہ شخص ہے جو اپنے افعال کی اچھی تاویل کر سکتا ہو۔

☆ آج کا کام کل پر اٹھا نہ رکھو۔

☆ جو شخص برائی سے بالکل واقف نہیں وہ برائی میں مبتلا ہو گا۔

☆ جو کوئی شخص مجھ سے سوال کرتا ہے تو مجھ کو اسکی عقل کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

☆ لوگوں کی فکر میں تم اپنے آپ کو بھول نہ جاؤ۔

(محمد افضل انصاری، لاہور)

چار عظیم صفات

محمد عروہ



ایک حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انہوں نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أربع إن كُنّ فيكَ ، فَلا عَلَيكَ مَافَاتَكَ مِنَ الدّنيَا"

فرمایا کہ چار صفتیں ہیں کہ اگر وہ تمہارے اندر پیدا ہو جائیں، تو اگر دنیا کی کوئی نعمت تمہیں نہ ملی ہو، تو تمہیں اس کا کوئی غم نہ ہونا چاہیے۔

اس لئے کہ یہ چار صفتیں اتنی بڑی دولت ہیں کہ ان کی موجودگی میں کسی اور دولت کی ضرورت نہیں۔

لہٰذا یہ چار صفتیں دنیا کی ساری دولت سے بالا و برتر ہیں، وہ چار صفتیں کیا ہیں؟

فرمایا:

حِفظُ أَمَانَةٍ، وَصِدقُ حَدِيثٍ، وَحُسنُ خَلِيقَةٍ، وَعِفَّةٌ فِي طُعمَةٍ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

وہ چار صفتیں جو دنیا کی ساری دولتوں سے بڑھ کر دولت ہیں، ان میں سب سے:

پہلی صفت......امانت کی حفاظت کرنا۔

دوسری صفت......بات کی سچائی۔

تیسری صفت......خوش اخلاقی۔

اور چوتھی صفت......یہ کہ جو لقمہ کھا رہے ہو اس کا پاک دامن ہونا کہ اس میں حرام کا شائبہ نہ ہو۔

یہ چار صفتیں بہت مختصر ہیں، لیکن اتنی جامع ہیں کہ سارا دین ان کے اندر سمٹ آیا ہے۔

پہلی صفت: امانت کی حفاظت

پہلی صفت بیان فرمائی کہ امانت کی حفاظت۔

قرآن وحدیث کے ارشادات اس کی تاکید سے بھرے ہوئے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"إن الله يَأْمُرُكم أن تُؤَدّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهلِهَا"

اور حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے

امانت میں خیانت کرنے کو منافق کی خصلت قرار دیا ہے، فرمایا کہ تین باتیں جس کے اندر پائی جائیں، وہ پکا منافق ہے، ان میں سے ایک ہے ''وعدہ'' اور دوسرے ''امانت میں خیانت'' اور تیسرے ''جھوٹ بولنا'' ان تین چیزوں کو آپ ﷺ نے نفاق کی علامت قرار دیا مسلمان کا کام نہیں کہ وہ یہ تین کام کرے۔

بہر حال! امانت وہ چیز ہے، جس کی رعایت سے مسلمان مسلمان بنتا ہے۔

نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے مشہور اوصاف:

نبی کریم ﷺ کی ایک صفت جو عطاء نبوت سے پہلے سے لوگوں میں معروف تھی، وہ صادق اور امین ہونا تھی۔

یعنی سچائی اور امانت داری، بڑے سے بڑا دشمن بھی اپنی امانت حضور اقدس ﷺ کے پاس رکھوانے کے لئے تیار تھا۔

یہاں تک کہ جب آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے، اس وقت لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس رکھی ہوئی تھیں، ان امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

یہ آپ کا خاص وصف تھا، جو کافروں میں بھی معروف اور مشہور تھا، لہٰذا حضور اقدس ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ امانت کا خصوصی خیال رکھے۔

امانت کا وسیع مفہوم:

لیکن امانت کا مطلب عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی آدمی ہمارے پاس پیسے، یا کوئی چیز لا کر رکھوا دے، ہم اس کو صندوقچی میں بند کر کے رکھ دیں اور جب وہ طلب کرے، تو اس کو واپس کر دیں اور خیانت یہ ہے کہ اس کو کھا جائیں، چونکہ جان بوجھ کر اس قسم کی خیانت الحمدللہ سرزد نہیں ہوتی، اس لئے ہم مطمئن ہیں کہ ہم امانت دار ہیں اور ہم امانت کی حفاظت کر رہے ہیں، لیکن امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے، بے شمار چیزیں اس کے اندر داخل ہیں۔

دوسری صفت: بات کی سچائی

دوسری صفت جو اس حدیث میں بیان فرمائی، وہ ہے ''صدق حدیث'' بات کی سچائی، یعنی آدمی جھوٹ نہ بولے، غلط بیان نہ کرے۔

دیکھئے! ایک تو کھلا جھوٹ ہوتا ہے جس کو ہر ایک جھوٹ سمجھتا ہے اور دوسرا ہوتا ہے پوشیدہ قسم کا جھوٹ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جس شخص کو دین کا اور جھوٹ سے بچنے کا تھوڑا بہت دھیان ہے، وہ عام طور پر کھلے جھوٹ سے تو پرہیز کرتا ہے اور اگر اس کا کسی دینی حلقے سے تعلق ہے، تو کھلا جھوٹ بولتے ہوئے ڈرے گا۔

لیکن جھوٹ کی کچھ شکلیں ایسی ہیں، جو ہمارے معاشرے میں سرایت کر گئی ہیں اور ان

کے جھوٹ ہونے اور گناہ ہونے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

مثلاً یہ کہ ایک آدمی کی بات دوسرے کو نقل کرنے میں بے احتیاطی اور لاپرواہی برتی جاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اصل بات تو کچھ تھی لیکن آگے نقل ہوتے ہوتے اس کا حلیہ ایسا بگڑا، کہ اصل بات سے کوئی نسبت ہی باقی نہیں رہی اور غلط بات پھیل گئی، ایسا کیوں ہوا؟

اس لئے کہ نقل کرتے وقت یہ احتیاط نہیں کی کہ جو بات جس طرح کہی جارہی ہے، وہ بات اسی طرح یاد رکھوں اور اسی طرح آگے نقل کردوں، بلکہ سنا کچھ اور سمجھا کچھ اور پھر اس میں اپنی طرف سے نمک مرچ لگا کر آگے چلتا کر دیا، اب اس کو جھوٹ بھی نہیں سمجھا جاتا۔

نقل کرنے میں احتیاط کیجئے:

غرض یہ کہ بات کو آگے نقل کرنے میں احتیاط ختم ہو چکی ہے، شریعت اور دین نے جتنا اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ آدمی کے منہ سے کوئی بات غلط نہ نکلے، آج اتنی ہی بے احتیاطی ہو رہی ہے، اس کے نتیجے میں فتنے اور فساد پھیل رہے ہیں، افواہیں پھیل رہی ہیں، یا تو بات آگے نقل ہی مت کرو اور اگر بات آگے نقل کرنی ہے، تو خدا کے لئے اپنی جانو پر رحم کھاؤ اور جو بات دوسروں تک پہنچانی ہے، اس کو صیح صیح یاد کرو کہ کیا کہا گیا، پھر آگے پہنچاؤ۔

تیسری صفت: خوش اخلاقی

تیسری صفت جو اس حدیث میں بیان فرمائی، وہ ہے ”حسن خلیقۃ“ یعنی خوش اخلاقی، ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ مؤمن خوش اخلاق ہوتا ہے۔

بداخلاق کینہ پرور، لوگوں کے ساتھ درشت کھر درا معاملہ کرنے والا نہیں ہوتا، یہ ایک مسلمان کی شان نہیں، مسلمان تو دوسرے لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرتا ہے سختی کا برتاؤ نہیں کرتا۔

خوش اخلاقی کیا چیز ہے؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ ”خوش اخلاقی“ کیا چیز ہے؟ اور کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ یہ طویل الذکر موضوع ہے، مختصر وقت میں بیان کرنا مشکل ہے۔

مختصر بات یہ ہے کہ خوش اخلاقی صرف اس کا نام نہیں کہ آپ نے ظاہری طور پر دوسرے سے مسکرا کر بات کرلی، یہ بھی بیشک خوش اخلاقی کا ایک حصہ ہے، لیکن اگر ظاہری طور پر تو آپ مسکرا کر بات کر رہے ہیں اور دل میں بغض بھرا ہوا ہے، یہ تو خوش اخلاقی کا مصنوعی مظاہرہ ہوا، جس میں اخلاص نہ ہوا، بلکہ ایک بناوٹی کاروائی ہوئی، جو ایک مؤمن کے لئے زیبا نہیں۔

خوش اخلاقی کیسے پیدا ہوگی؟

یہ خوش اخلاقی کیسے پیدا ہوگی؟ یہ سارا تصوف اور سلوک درحقیقت اس خوشی اخلاقی کو پیدا کرنے کا علم ہے، لوگ بزرگوں کی صحبت میں جو جاتے

ہیں، وہ درحقیقت اسی خوش اخلاقی، کرنے کے لئے جاتے ہیں، اس کا ایک پورا نظام ہے،لیکن میرے نزدیک خوش اخلاقی کی جوکلید ہے، وہ اس وقت عرض کر دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق عطافرمائے۔آمین

خوش اخلاقی کی بنیادی کنجی اگر حاصل ہوگئی تو خوش اخلاقی حاصل ہوگئی، وہ ہے ''تواضع'' یہ ساری خوش اخلاقی کی بنیاد ہے، اگر تواضع پیدا ہوگئی، تو اب تو''متواضع'' آدمی بداخلاق نہیں ہوسکتا۔

اس لئے بداخلاقی تب ہوگی، جب اس میں تکبر شامل ہوگااور تواضع کا مطلب ہے اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنااور دوسروں کو اپنے سے بڑا سمجھنا، اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا۔

اگرآدمی کے دل میں یہ بات آجائے کہ میں چھوٹاہوں، باقی سب بڑے ہیں اور بڑے ہونے سے مراد''عمر اور''علم'' میں بڑا ہونا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت میں اور تقوی میں، نیکی میں سب مجھ سے بڑے ہیں، یا فی الحال بڑے ہیں، یا فی المآل ان کے بڑے ہونے کا احتمال ہے۔

چوتھی صفت: لقمہ کا پاک ہونا

چوتھی صفت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ''عفة فی طعمة'' یعنی تمہارا لقمہ پاک اور حلال ہونا چاہئے، عفت کے لفظ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جو چیز صریح گناہ اور حرام ہے، اس سے بچنا ہی ہے، لیکن جہاں حرام کا شبہ ہو، اس شبہ والی چیز سے بھی بچنا ضروری ہے اور مشتبہ چیز بھی اپنے پیٹ میں نہ لے جاؤ حتی الامکان اس کی کوشش کرو، بعض اوقات ایک چیز فتوی کی رو سے حلال تو ہوتی ہے، لیکن مشکوک ہوتی ہے اور مشکوک ہونے کی صورت میں اگر وہ چیز حقیقت میں بھی حرام ہوئی تو چاہیے اس کے کھانے کا گناہ آپ کو نہ ہو، اس لئے کہ فتوی کے رو سے وہ حلال تھی لیکن چونکہ وہ چیز نفس الامر میں حرام تھی، اس لئے اس چیز کے برے اثرات اخلاق پر ضرور پڑتے ہیں۔

حرام کی ظلمت اور نحوست:

ہم لوگوں کی تو حس خراب ہوگئی ہے، اس لئے حرام کھالیں، مشکوک کھالیں کچھ پتہ نہیں چلتا، سب چیزیں اچھی معلوم ہوتی ہیں، لیکن جن کو اللہ حس عطافرماتے ہیں، ان کو پتہ چلتا ہے کہ حلال اور حرام میں کیا فرق ہے؟

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی ؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک دعوت میں چلا گیااور پہلے سے پتہ نہیں تھا کہ اس شخص کی آمدنی حرام ہے، ناواقفیت میں چلا گیا کہ وہ مسلمان ہے، آمدنی حلال ہوگی، اس لئے کچھ کھالیااور جب پتہ چلا فوراً کھانا چھوڑ کر کھڑا ہوگیا، لیکن وہ ایک دو لقمے جو نادانی میں کھالئے، اس کی ظلمت قلب میں ایک مہینے تک محسوس ہوتی رہی۔

وہ ظلمت یہ تھی کہ بار بار دل میں گناہوں کے خیالات آتے رہے کہ یہ گناہ کرلوں، فلاں گناہ کرلوں، حالانکہ فتویٰ کی رو سے وہ حلال تھا، اس لئے کہ پتہ نہیں تھا۔

حلال کھانے کی نورانیت:

ذرا غور کریں کہ ہم لوگ کس شمار و قطار میں ہیں، ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس میں نور ہے اور کس میں ظلمت ہے؟

حضرت نانوتویؒ ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ دیوبند میں ایک گھسیارے تھے، جو گھاس کاٹ کر اس کو فروخت کر کے زندگی بسر کرتے تھے، اس میں سے دو پیسے بچا کر دارالعلوم دیوبند کے بڑے بڑے اساتذہ کی دعوت کیا کرتے تھے اور اس دعوت میں خشکہ اور دال پکاتے تھے۔

حضرت نانوتویؒ فرماتے تھے کہ مجھے مہینوں سے اس اللہ کے بندے کی دعوت کا انتظار رہتا تھا کہ کب یہ دعوت کریں گے، اس لئے کہ جس دن ان کی دعوت کھالیتا ہوں، مہینوں تک اس کا نور اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں۔

بہرحال! اگر کھانے میں پاک دامنی حاصل کرنی ہے، اس کے لئے مشکوک غذاؤں سے بھی حتی الامکان پرہیز کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی آپ سب کو بھی ان چاروں صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆



قبولیت دعا کے مخصوص مقامات



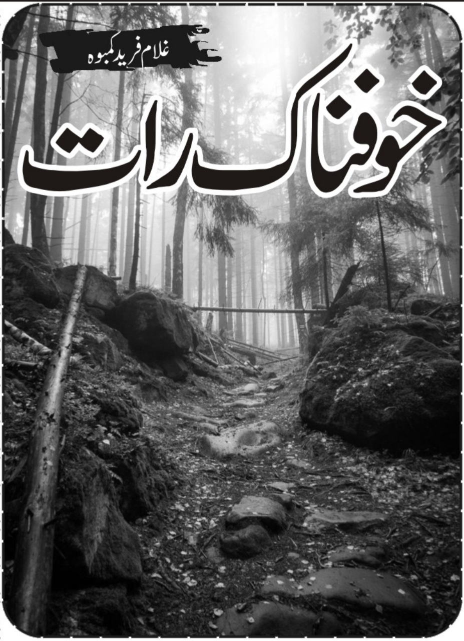
حضرت حسن بصریؒ جب مکہ سے بصرہ جانے لگے تو آپ نے مکہ والوں کے نام ایک خط لکھا جس میں مکے قیام کی اہمیت اور فضائل بیان کئے گئے اور یہ بھی واضح کیا کہ مکے کے ان مقامات پر خصوصیت کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے۔

(۱) ملتزم کے پاس (۲) میزاب رحمت کے نیچے (۳) کعبہ کے اندر (۴) چاہ زمزم کے پاس (۵) صفاء ومروہ پر (۶) صفاء ومروہ کے پاس جہاں سعی کی جاتی ہے (۷) مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے (۸) عرفات میں (۹) مزدلفہ میں (۱۰) منیٰ میں (۱۱) جمرات کے پاس۔

(انتخاب: ابوزبیر طارق عمران فاروقی، فیصل آباد)

خوفناک رات

غلام فرید کمبوہ



یہ جنوری کی ایک سرد رات تھی۔ سردی اپنے زوروں پر تھی۔ خوب اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا تھا اوپر سے آج کالے سیاہ بادلوں نے پورے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

درندوں کی آوازیں جنگل کے ماحول کو اور زیادہ ہولناک بنا رہی تھیں۔

ایسے میں اور میرا خالہ زاد ارسلان جنگل کے درمیان میں ایک خیمہ لگا کر لالٹین جلا کر بیٹھے ہوئے تھے۔

ہر طرف وحشت ہی وحشت تھی۔

رات کے بارہ بج چکے تھے شہر اور گاؤں میں ہر کوئی خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا جبکہ ہم دونوں شہر اور گاؤں سے کوسوں دور خوفناک جنگل میں اکیلے رات بسر کر رہے تھے۔

سرد تیز ہوا کے جھونکے ہماری سردی میں اور اضافہ کر رہے تھے۔ ہم دونوں سردی کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔

اسی دوران ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوگئی جو آہستہ آہستہ موسلا دھار بارش کی صورت اختیار کر گئی جس کی وجہ سے سردی میں مزید اضافہ ہوگیا۔

اب ہم دونوں مزید پریشان ہوگئے کیونکہ ہم جس مقصد کے لیے جنگل آئے تھے وہ مقصد پورا ہوتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اب ہم بارش کے رکنے کا انتظار کر رہے تھے۔

ٹھیک ایک گھنٹے بعد بارش تھم گئی لیکن سردی اپنا پورا زور دکھا رہی تھی تیز ہوا کے جھونکوں سے درختوں کے پتے گر رہے تھے اور شاں شاں کی آوازیں خوفناک جنگل کو مزید خوفناک بنا رہی تھیں۔

اب ہم خیمے سے باہر نکل آئے اور منزل کی طرف چل پڑے ٹارچ ہمارے ہاتھ میں تھی اور ہم آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہے تھے۔

”یار کاشف! کس مصیبت میں ہم پھنس گئے

ہیں؟ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ دفعہ کرو لیکن تم کو ہی پڑی ہوئی تھی کہ نہیں جانا ہے۔'' ارسلان نے چلتے چلتے اکتا کر کہا۔

'' تو کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ چلیں۔'' میں نے تھوڑا ناراض ہوتے ہوئے ارسلان سے کہا۔

''ارے یار! ناراض کیوں ہوتے ہو میں تو مذاق کر رہا تھا۔'' ارسلان نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر میں بھی مسکرا دیا۔

''یار! ویسے تم فوراً بات بدل لیتے ہو دوست کو ناراض نہیں ہونے دیتے۔'' میں نے آہستہ سے اس کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا یار! باتیں چھوڑو! اور دھیان سے اپنی منزل کی طرف چلو! تجھے تو ہر وقت باتوں کی سوجھتی رہتی ہے''

''ٹھیک ہے تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے خود خاموش رہتے ہو'' میں نے تھوڑا ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

''ارے یار! تم تو ناراض ہی ہو جاتے ہو میں تو مذاق کر رہا تھا'' ارسلان نے ایک دفعہ پھر بات کو بدل دیا اور مسکرانے لگا۔

اس کی بات سے میں بھی مسکرانے لگا۔

''کاشف! وہ دیکھو!'' ارسلان نے جھاڑی کی طرف ٹارچ کرتے ہوئے گھبرا کر کہا۔

''کیا ہوا؟'' اس کی بات سن کر میں بھی گھبرا گیا۔

''وہ دیکھو! جھاڑی کی طرف۔''

میں نے ارسلان سے ٹارچ لے کر جھاڑی کی طرف کی تو میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ جھاڑی میں سے ایک بہت بڑا سانپ نکل کر ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔

''ارسلان! بھاگو!'' میں نے ارسلان کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

اب ہم نے سر پٹ بھاگنا شروع کر دیا۔ رات کا اندھیرا ہونے کی وجہ سے کچھ راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن ٹارچ کی مدد سے ہم بھاگتے چلے جا رہے تھے۔

''یار! مجھ سے تو اب بھاگا بھی نہیں جا رہا'' ارسلان نے رونے والی آواز میں کہا۔

''یار! ہم کو ہمت کرنی ہے۔ ہمت مرداں مدد خُدا'' یہ کہہ کر میں نے ارسلان کو حوصلہ دیا اور تیز بھاگنا شروع کر دیا۔

تھوڑی دور جا کر ہم نے ایک درخت کے پیچھے پناہ لی اور قریب پڑا ایک بڑا سا پتھر اٹھا لیا سانپ تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہا تھا وہ جیسے ہی ہمارے قریب آیا، ہم نے پتھر اٹھا کر پوری قوت سے سانپ کے منہ پر دے مارا پتھر لگنے سے سانپ موقع پر ہی دم توڑ گیا اور ہم نے اس کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

''یار! اور کتنا سفر ہم نے طے کرنا ہے'' ارسلان نے اپنی ٹانگیں دباتے ہوئے کہا۔

''بس ارسلان! ہم اپنی منزل پر پہنچنے ہی

والے ہیں۔" میں نے نقشہ جیب سے نکال کر ٹارچ کی روشنی میں ارسلان کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"یار! مجھ سے تو اب چلا نہیں جائے گا میں بہت تھک چکا ہوں۔"

"یار! ہم کو ہمت کرنی ہے اب ہم منزل کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔ اب ہم کو مغرب کی جانب سے سفر کرنا ہے جو یہاں سے تقریباً تیس منٹ کا ہے اور وہی ہماری منزل ہے۔"

میں نے ارسلان کو مختصر آگاہ کیا اور اس کی ہمت بندھائی۔

"اچھا یار! ہمت تو کرنی ہی پڑے گی" ارسلان نے کہا۔

اب ہم مغرب کی جانب چل پڑے۔ سرد ہوا کے جھونکے ہمارے سینوں میں پیوست ہو رہے تھے۔ آخر کار ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ سامنے ایک لکڑی کا بنا ہوا زنگ آلود صندوق پڑا ہوا تھا جس کو دیکھتے ہی ہماری آنکھوں میں چمک آ گئی۔

میں صندوق کو پکڑنے ہی والا تھا کہ ارسلان نے گھبرا کر کہا کاشف وہ دیکھو!

"کیا ہوا ارسلان؟" اس کی بات سن کر میں بھی گھبرا گیا۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔" ارسلان بمشکل تھوک نگلتے ہوئے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے جیسے ہی پیچھے کی طرف دیکھا تو میرے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ ہمارے سامنے ایک بہت بڑی چڑیل کھڑی تھی جس کے پاؤں پیچھے کی طرف مڑے ہوئے تھے۔ دانت پانچ فٹ باہر نکلے ہوئے تھے۔ بال پاؤں تک بکھرے ہوئے تھے۔ ناک طوطے کی طرح لمبی نوک دار تھی۔ گلے میں انسانی کھوپڑیاں تھیں۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ایک آنکھ تھی جو روشن دان جتنی بڑی تھی۔ اس کو دیکھتے ہی ہم دونوں نے سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔ بھاگتے بھاگتے ہم ایک پکی سڑک پر آ گئے۔

وہ چڑیل ہمارے پیچھے لمبے لمبے قدم اٹھاتی بھاگی چلی آ رہی تھی۔ اسی دوران ہم کو ایک بس آتی دکھائی دی۔ ہم نے اس کو رکنے کا اشارہ کیا۔ پر وہ تیزی سے ہمارے قریب سے گزر گئی۔ شاید ہم کو ڈرائیور نے ڈاکو سمجھا تھا۔

پھر اچانک اس چڑیل نے ہماری گردنوں پر اپنے نوکیلے دانت گاڑھ دیئے اور خون پینا شروع کر دیا۔

اسی دوران میری زوردار چیخ بلند ہوئی میں بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میری چیخ سن کر میرے قریب سویا ہوا میرا کزن ارسلان بھی ڈر کر اٹھ بیٹھا۔ ٹائم دیکھا تو رات دو بج رہے تھے۔ اتنی سردی کے باوجود میرا سارا جسم پسینے میں شرابور تھا۔

"یار! میں جب بھی تمہارے گھر آتا ہوں اور رات رہتا ہوں تو تم رات کو ڈرا کر اٹھا دیتے ہو اب کیا ہوا تھا تم کو میری ساری نیند خراب کر دی۔"

''یار! میں جب بھی تمہارے گھر آتا ہوں اور رات رہتا ہوں تو تم رات کو ڈرا کر اٹھا دیتے ہو اب کیا ہوا تھا تم کو میری ساری نیند خراب کر دی۔''

''یار! وہ خزانے والا صندوق اور سانپ کو مارنا اور وہ چڑیل اف کتنا بھیانک خواب تھا اگر تھوڑی دیر اور ہو جاتی تو بس ہم گئے تھے زندگی سے۔'' میں نے ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟'' ارسلان نے گھورتے ہوئے کہا۔

''یار! اصل میں چڑیل نے ہم دونوں کی گردن میں اپنے نوکیلے دانت گاڑ دیئے تھے۔ خون پینا شروع کر دیا تھا'' پھر میں نے ارسلان کو سارا خواب سُنایا۔

''جب خوفناک قسم کی فضول کہانیاں پڑھو گے تو خواب بھی ایسے ہی آئیں گے'' ارسلان نے میرے تکیے کے نیچے سے خوفناک کہانیوں کی کتاب نکال کر مجھے پکڑاتے ہوئے کہا۔

جس میں ''خزانے کی تلاش'' کہانی پڑھتے پڑھتے میں سوگیا تھا۔ جو انتہائی خوفناک تھی جس میں دو لڑکے خزانے کی تلاش میں انتہائی خوفناک سفر کرتے ہوئے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

اس دوران ابو بھی ہمارے کمرے میں آ گئے تھے کیونکہ میری چیخ کی آواز ان تک بھی پہنچ چکی تھی ابو نے آتے ہی پوچھا۔

''خیر تو ہے کیا ہوا؟''

اب میں ان کو کیا بتاتا لہٰذا ارسلان نے ساری بات بتا دی۔ ابو نے ساری بات سن کر مجھے خوب ڈانٹا کہ کتنی مرتبہ کہا ہے کہ فضول قسم کی کہانیاں نہ پڑھا کرو پر تم کو سمجھ نہیں آتی اب تمہارے اس خزانے کی تلاش کی وجہ سے کتنی پریشانی ہوئی۔

بس اس دن سے میں نے ابو سے وعدہ کیا کہ آج کے بعد کبھی بھی یہ فضول قسم کے خوفناک کہانیاں نہیں پڑھوں گا کیونکہ ہمارا ''مسلمان بچے'' رسالہ جو ہے جس میں اچھی اچھی سبق آموز کہانیاں ہوتی ہیں اور جسے پڑھ کر کوئی برا خواب بھی نہیں آتا۔ پھر ابو اپنے کمرے میں چلے گئے اور میں ارسلان کی طرف متوجہ ہوا اور فوراً کہا۔

''یار! تم کو ڈانٹ ہی پڑوانی آتی ہے''

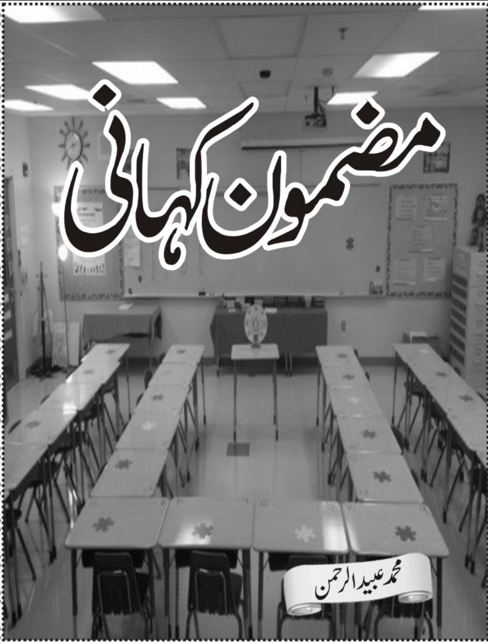
تو ارسلان کہنے لگا، اگر نہیں بتاتا تو تم نے یہ فضول ڈراؤنی کہانیاں پڑھنی نہیں چھوڑنی تھی۔

''یار! ویسے وہ بس والا بڑا بدتمیز تھا''

''کون بس والا؟'' ارسلان نے سوال داغا۔

''یار! وہی جس نے بس نہیں روکی تھی اور چڑیل نے ہم کو پکڑ لیا تھا اور ہمارا خزانہ بھی وہاں رہ گیا'' اس کے ساتھ ہی ہم نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور ''خزانے کی تلاش'' کو ردی میں پھینک دیا کیونکہ آج رات میں ڈراؤنیاں کہانیاں پڑھنے کا انجام دیکھ چکا تھا۔

☆......☆......☆



ایک طالب علم کو استاد نے امتحان میں فیل کر دیا۔

طالب علم شکایت لے کر پرنسپل کے پاس چلا گیا کہ مجھے غلط فیل کیا گیا ہے۔

پرنسپل نے استاد اور طالب علم دونوں کو بلا لیا اور استاد سے فیل کرنے کی وجہ پوچھی۔

استاد صاحب نے بتایا کہ اس لڑکے کو فیل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ موضوع سے باہر نکل جاتا ہے جس موضوع پر اسے مضمون لکھنے کو دیا جائے اسے چھوڑ کر اپنی پسند کے مضمون پر چلا جاتا ہے۔

پرنسپل نے کوئی مثال پوچھی تو استاد صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے اسے بہار پر مضمون لکھنے کو کہا تو وہ اس نے کچھ اس طرح لکھا۔

”موسم بہار ایک بہت ہی بہترین موسم ہوتا ہے اور اس کے مناظر بہت ہی دلنشین ہوتے ہیں۔ اس موسم میں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے اور سبزے کی بہتات ہو جاتی ہے، اس موسم کو اونٹ بہت پسند کرتے ہیں اور اونٹ بہت ہی طاقتور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے۔ اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔.........
وغیرہ وغیرہ“

پرنسپل صاحب نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ مناسبت کی وجہ سے بہار کی بجائے اونٹ پر لکھ بیٹھا ہو آپ اسے کوئی اور موضوع دے کر دیکھتے۔

استاد صاحب نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ اس سے کہا کہ تم اس طرح کرو کہ جاپان میں گاڑیوں کی فیکٹری پر مضمون لکھو۔

اس طالب علم نے جو مضمون لکھا وہ کچھ اس

طرح تھا۔

"جاپان ایک ترقی یافتہ ملک ہے اور گاڑیوں کی صنعت میں اس کو منفرد و اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

جاپان دنیا میں پہلے نمبر پر ہے گاڑیاں برآمد کرنے میں۔ ہمارے ملک میں بھی زیادہ تر گاڑیاں جاپان کی استعمال ہوتی ہیں۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں پیٹرول کی قیمت بہت زیادہ ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم سواری کے لیے اونٹ کا استعمال کریں۔

اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے۔

اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

پرنسپل بہت حیران ہوا اس نے کہا کہ شاید سواری کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے، آپ بالکل ہی کوئی الگ موضوع دے کے دیکھتے۔

استاد صاحب نے کہا۔

"جی ایک دفعہ میں نے بالکل ہی الگ موضوع دیا جس میں اونٹ کا ذکر آنا ہی ناممکن تھا میں نے اسے کمپیوٹر پر مضمون لکھنے کو کہا لیکن اس نے جو مضمون لکھا وہ کچھ اس طرح تھا۔"

"کمپیوٹر ایک نہایت ہی حیران کن ایجاد ہے۔ جو کام پہلے سالوں میں نہیں ہوتے تھے وہ آج سکینڈوں میں ہوتے ہیں۔

کمپیوٹر کا انسانی زندگی پر بہت بڑا احسان ہے۔ آج کل کی نئی نسل کمپیوٹر کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ اس کا استعمال زیادہ تر وہ لوگ کرتے ہیں۔ جو تعلیم یافتہ ہوں۔ لیکن جہاں تک غیر تعلیم یافتہ طبقے کا تعلق ہے تو وہ کمپیوٹر پر توجہ نہیں دیتے کیوں کہ وہ اور سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ بالخصوص صحراوں میں جو بدھو رہتے ہیں ان کو تو کمپیوٹر کی الف ب کا پتا نہیں۔

لہذا ہمارے علاقے میں یہ لوگ زیادہ تر وقت اونٹ کے ساتھ گزارتے ہیں۔

اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

پرنسپل نے یہ سن کر کہا کہ پھر تو آپ نے ٹھیک فیل کیا، پھر طالب علم سے کہا کہ میں آپ کو ایک موقع دیتا ہوں آپ یہیں بیٹھ کر ایک مضمون لکھو جو موضوع سے ادھر ادھر نہ ہٹے، طالب علم مان گیا اور پرنسپل نے اسے ایک روڈ ایکسیڈنٹ پر مضمون لکھنے کو کہتا ہے تو طالب علم یوں مضمون لکھتا ہے۔

"ایک دفعہ میں ریاض سے مکہ جا رہا تھا۔ میرے پاس ٹویوٹا کرسیڈا گاڑی تھی جو بڑی مست تھی۔ میں ہائی وے پر بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ جا رہا تھا۔

میں ایسے علاقے سے گزر رہا تھا جہاں پر اونٹ روڈ کراس کرتے ہیں اور اونٹ کی خاص بات یہ ہے کہ وہ نہ ہی گاڑی سے ڈرتا ہے اور نہ ہی دور ہٹتا ہے۔

اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"

جب پرنسپل صاحب نے یہ مضمون پڑھا تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ تمہارا کوئی علاج نہیں اور اس کو فیل کر دیا۔

اب جناب اس شاگرد کا شک یقین میں بدل گیا کہ اس کے ساتھ ضرور بالضرور ظلم ہوا ہے اور اس نے محکمہ تعلیم کو ایک درخواست لکھی۔

جناب عالی!

میں اپنی کلاس کا ایک نہایت ہی ذہین طالب علم ہوں اور مجھے سالانہ امتحان میں جان بوجھ کر فیل کر دیا گیا ہے۔

میرے استاد نے میری قابلیت کی وجہ سے مجھے فیل کیا ہے۔

جناب میں نے اپنے استاد کے ناقابل برداشت رویہ پر ایسے ہی صبر کیا جیسے اونٹ اپنے مالک کے ستانے پر صبر کرتا ہے۔ مالک اونٹ سے اپنے کام بھی نکلواتا ہے اور اس کو ستاتا بھی ہے اور ہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ۔۔۔۔۔"

☆......☆......☆

چھ چیزیں

جنت میں سب کچھ ہوگا مگر چھ چیزیں نہ ہونگی۔

(۱) موت نہ ہوگی (۲) نیند نہ ہوگی (۳) حسد نہ ہوگا (۴) نجاست نہ ہوگی (۵) بڑھاپا نہ ہوگا (۶) ڈاڑھی نہ ہوگی بلکہ بغیر ڈاڑھی کے جوان ہونگے۔

(انتخاب: طارق فاروقی فیصل آباد)



60

سلطان ٹیپو شہید رحمہ اللہ

عبدالحفیظ امیرپوری

"میں بدنامی کے تمام داغوں کو دھو کر ہندوستان کی گردن میں آپ کی غلامی کا طوق ڈال دوں گا۔"

لارڈ کارنوالس نے ہندوستان آتے ہی گورنر مدراس، مسٹر ہالینڈ کو استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا اور اس کی جگہ اپنے پسندیدہ شخص جنرل میڈوز کو اس عہدے پر فائز کر دیا۔ جنرل میڈوز کئی بار ٹیپو سلطان سے شکست کھا چکا تھا مگر لارڈ کارنوالس کا ہم نوا تھا، اس لئے اس کے عہدہ و منصب میں اضافہ کر دیا گیا۔

اب وہ دونوں مل کر ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے۔ لارڈ کارنوالس نے اپنی شاطرانہ چالوں سے بہت جلد سلطان کے دشمنوں کو ایک محاذ پر جمع کر لیا۔ نظام علی خان والی دکن تو پہلے ہی سلطنت خداداد کی مکمل تباہی کا خواہاں تھا، اس لئے فوراً رضامند ہو گیا۔

لیکن مرہٹے کسی معقول جواز کے بغیر سلطان سے جنگ کے لئے آمادہ نہیں تھے۔ آخر لارڈ کارنوالس نے اپنے ترکش کا سنہری تیر پھینکا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظام اور مرہٹے اس تیر سے زخمی ہو گئے۔ پھر تینوں طاقتوں کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ طے پا گیا۔ معاہدے میں بس ایک ہی شق رکھی گئی تھی، جو نظام دکن اور مرہٹوں کے لئے بڑی تحریص آمیز تھی۔

"ٹیپو سلطان سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر لی جائے۔ پھر اس کی مملکت کو برابر سے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

اس معاہدے کے بعد لارڈ کارنوالس نے ان راجاؤں سے ملاقاتیں کیں جن کی جاگیروں پر ٹیپو نے قبضہ کر لیا تھا۔ انہیں بھی یقین دلایا گیا کہ فتح کے بعد ان کی ریاستیں واپس کر دی جائیں گی۔ اس فریب میں آ کر تمام راجاؤں نے اپنے باقی ماندہ وسائل بھی انگریزوں کے حوالے کر دیے۔

لارڈ کارنوالس نے پوری ریاست میں سازشوں کا جال پھیلا دیا تھا۔ سینکڑوں پالیگار، تاجروں کے بھیس بدل کر سرنگا پٹم میں داخل ہو گئے اور انہوں نے کثیر رقم دے کر سلطان کے کئی بے ضمیر امیروں اور وزیروں کو خرید لیا۔

"تم کہاں دیانت داری کے اس دوزخ میں پڑے ہوئے ہو۔"

پالی گار تاجروں نے سلطان کے امراء کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"سلطنت خداداد کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ تمہارا سلطان اکیلا کس کس سے لڑے گا؟ سارا ہندوستان ہی اس کا مخالف ہے۔ پھر کس امید پر یہ بے کیف زندگی بسر کر رہے ہو؟ اگر تم نے وقت کی رفتار کو نہیں پہچانا تو عنقریب اتحادی فوجیں ریاست میں داخل ہو جائیں گی اور تم بے دریغ قتل کر دیے جاؤ گے۔ بہتر یہی ہے کہ بہت جلد اس جہنم سے نکل جاؤ اور اس جنت کی طرف دیکھو جہاں شراب کی نہریں بہہ رہی ہیں اور سفید نام حوریں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔"

لارڈ کارنوالس سینکڑوں حسین انگریز لڑکیاں لے کر ہندوستان آیا تھا جو ہندو راجاؤں اور مسلمان سرداروں کو گمراہ کرنے کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔

سلطنت خداداد میں رقص و سرور کی محفلوں پر بھی پابندی عائد تھی اور شراب بھی حرام پر قرار دے دی گئی تھی۔ سلطان اس معاملے میں بہت سخت تھا۔ انگریزوں سے ایک جنگ کے موقع پر سینکڑوں خوب صورت عورتیں بھی گرفتار ہوئی تھیں۔ جب ان عورتوں سے پوچھ کچھ کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ عقیدتاً مسلمان ہیں اور فرنگیوں کا دل بہلاتی ہیں۔ سلطان نے کسی تامل کے بغیر ان تمام عورتوں کو قتل کرا دیا۔

"یہ سب کی سب اسلام کے نام پر ایک بدنما داغ ہیں، سو انہیں مٹا دیا گیا۔"

سلطان کی اسی مذہبی روش نے غریب رعایا کو آبرومندانہ زندگی بخشی تھی۔ مگر اکثر امراء اور جاگیردار ٹیپو سے بدظن رہا کرتے تھے کہ ان کے لئے ریاست میں کسی قسم کا سامان تعیش موجود نہیں تھا۔

جب پالی گار تاجروں نے سلطان کے بعض امراء اور منصب داروں سے بہتی ہوئی شراب کی نہروں، سفید نام حوروں اور سیم و زر کے انبار کا ذکر

کیا تو وہ اس شریف النفس حکمراں سے غداری پر آمادہ ہو گئے جس کا وجود لاکھوں انسانوں کے لئے باعث رحمت تھا۔

ان غداروں میں ایک شخص سید امام بھی تھا جو پالی گار تاجروں کے ذریعے سلطان کی ایک ایک نقل و حرکت سے انگریزوں کو مطلع کرتا تھا۔ آخر کچھ دن بعد یہ سازش بے نقاب ہوگئی اور تمام نمک حراموں کو قتل کر دیا گیا مگر سید امام فرار ہو کر انگریزوں سے جاملا۔

سلطان انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کے اتحاد سے بے خبر تھا اور پھر اسی بے خبری کے عالم میں سلطنت خداداد پر حملہ کر دیا گیا۔

ٹیپو نے فوری طور پر اپنا سفیر مدراس روانہ کیا اور انگریزوں کو معاہدہ منگلور یاد دلایا۔ مگر لارڈ کارنوالس نے نئی چال چلی اور سلطان کے سفیر سے صاف صاف کہہ دیا۔

”معاہدہ خود سلطان کی طرف سے توڑا گیا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ”معاہدہ سالی“ کے مطابق راجہ ٹراونگور ہمارا حلیف ہے اور سلطان، رانگکور پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے حلیف کو بچانے کی غرض سے ریاست میسور پر حملہ کر دیں۔ اب ہم سلطان کو ایک انتہائی ناقابل اعتبار انسان سمجھتے ہیں۔“

ٹیپو کے سفیر نے مختلف دلائل کے ساتھ وضاحت کی کہ ٹراوکور پر حملے کی اطلاع سراسر غلط ہے۔ مگر لارڈ کارنوالس نے نہایت تحقیر آمیز انداز میں سلطانی سفیر کو جھٹلا دیا۔

ابھی ٹیپو کا سفیر سرنگا پٹم پہنچا بھی نہیں تھا کہ نظام علی خان اپنے چالیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل لے کر حیدر آباد سے نکلا اور ”آنیکل“ میں خیمہ زن ہوا۔ اس کے ساتھ ہی لارڈ کارنوالس اپنی فوج لے کر موکی گھاٹ اور وینکٹ گری کو عبور کر کے کولار اور ہوسکوٹہ میں فوجی چوکیاں قائم کرتا ہوا سیدھا کرشنا راج پور پہنچا۔ یہ جگہ بنگلور سے صرف تین کوس کے فاصلے پر واقع تھی۔

سلطان، سرنگا پٹم سے نکل کر تنگی کے نواح میں مقیم ہوا اور سید حمید کو بنگلور کے دفاع کے لئے روانہ کیا۔ اسی دوران انگریزی فوج کے ایک دستے نے کرنل فلائٹ کی ماتحتی میں سلطان پر حملہ کر دیا۔ مگر جب ٹیپو کی توپوں نے آگ اگلی تو فرنگی لشکر راکھ کا ڈھیر ہوگیا اور کرنل فلائٹ زخمی ہو کر اپنے چار سو سپاہیوں کے ساتھ گرفتار ہوگیا۔

بنگلور کے محاذ پر بڑا گھمسان کارن پڑا۔ جنرل میڈوز اور کرنل مورس انگریزی فوج کی قیادت کر رہے تھے۔

اس جنگ میں دونوں طرف کے ہزاروں سپاہی کام آئے۔ اس وقت غدار کرشن راؤ، بنگور میں معتمد سلطانی کے عہدے پر قائم تھا۔

وہی نمک حرام، انگریزوں کو ایک ایک لمحے کی خبر پہنچا رہا تھا۔

انگریزی فوج حصار قلعہ توڑنے میں مصروف تھی مگر اسے کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ آخر کشن راؤ نے جنرل میڈوز کو ایک خفیہ راستے کا پتہ بتا دیا۔ نتیجاً انگریز لشکر، قلعے میں داخل ہو گیا۔ سید حمید ہتھیار ڈالنے کے بجائے اس قدر جانبازی سے لڑا کہ اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بہا دیا۔ جنرل میڈوز نے سید حمید کی لاش کو شاہراہوں پر کھینچا۔

مگر وہ مرد شہید اپنا عہد پورا کر کے خالق حقیقی سے جا ملا تھا۔ اب کوئی اس کے جسم کے ٹکڑے کرے یا لاش کو سر بازار کھینچے، وہ ان تمام دنیاوی رسموں سے بے نیاز تھا۔

جنرل میڈوز کے حکم پر قلعے کے تمام مکین گرفتار کر لئے گئے۔ شہر کو قزاقوں کے انداز میں لوٹا گیا۔ سلطان کے وفاداروں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ بوڑھوں کو سر راہ ٹھوکریں ماری گئیں اور بچوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔

جنرل میڈوز کی فوج میں شامل بعض ہندو سپاہیوں نے مسلمان بچوں کے قتل پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ان معصوموں نے کیا بگاڑا ہے؟ یہ ہمارے لئے بالکل بے ضرر ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔" جنرل میڈوز کسی درندے کی طرح دھاڑا۔

"ہم بہت آگے کی سوچتے ہیں۔ اگر یہ بچے جوان ہو گئے تو کل ہمارے مقابل کھڑے ہوں گے۔"

فرنگیوں نے بنگلور کے مسلمانوں کے ساتھ بڑا وحشیانہ سلوک کیا۔ بعض ہندو جو سلطان کے عدل و انصاف اور بلند کرداری کے قائل تھے، انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

شادی شدہ عورتوں کی سرِعام بے حرمتی کی گئی اور مسلمان دوشیزاؤں کو گرفتار کر کے جنرل میڈوز کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے ان لڑکیوں کو ہندو اوباشوں اور انگریز افسروں میں اس طرح تقسیم کر دیا جیسے ڈاکو لوٹ مار کا مال آپس میں بانٹتے ہیں۔ جنرل میڈوز نے ایک حسین و جمیل سید زادی کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔

پھر جب میڈوز کے حکم پر ہندوستانی سپاہی، سید زادی کو انگریز جنرل کے کمرے میں لے کر جانے کے لئے آگے بڑھے تو اس غیرت مند دوشیزہ نے چیخ کر کہا۔

"بے حیا فرنگی! کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے سلطان نے گرفتار ہو جانے والی انگریز عورتوں سے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی طرح سلوک کیا تھا؟"

جنرل میڈوز اُردو زبان سے ناواقف تھا، اس لئے ان انگریزوں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا جو کسی حد تک مقامی زبان جانتے تھے۔ ان افسروں نے انگریزی میں سید زادی کا مفہوم بیان کر دیا۔

جنرل میڈوز شراب کے نشے میں چُور تھا۔ سید زادی کی گفتگو سن کر قہقہے لگانے لگا۔

ہندو سپاہی چند قدم اور آگے بڑھے۔

سید زادی نے تحکم آمیز لہجے میں انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''ٹھہر جاؤ کرائے کے غلامو! کیا تم سمجھتے ہو کہ میرے جسم پر قابو پا لو گے؟ ابھی تو آسمان و زمین اپنی جگہ قائم ہیں۔ جب یہ دونوں اپنے محور سے سرک جائیں تو ممکن ہے کہ تم اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاؤ۔''

ہندو سپاہی ایک دوشیزہ کی بے کسی پر مسکراتے ہوئے مزید چند قدم آگے بڑھے۔ اچانک سیدزادی کے ہاتھ کو جنبش ہوئی۔

پھر جب اس کا ہاتھ چادر سے باہر آیا تو دیکھنے والے حیرت زدہ رہ گئے۔ سیدزادی کے ہاتھ میں ایک چمک دار خنجر موجود تھا۔ اس نے بڑی سرعت سے خنجر کو اپنی شہ رگ پر کھینچ دیا۔ سیم تن دوشیزہ کی گردن سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔

''الوداع میرے محبوب سلطان! خدا تجھے ان غداروں سے محفوظ رکھے۔'' یہ کہتے کہتے سیدزادی زمین پر گر پڑی چند ہچکیاں لیں اور دنیا سے رخصت ہو گئی۔

''بڑی نادان لڑکی تھی۔'' جنرل میڈوز ہنستا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کچھ دیر بعد غدار کشن راؤ، جنرل میڈوز کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی خبیث مسکراہٹ رقصاں تھی۔

''ابھی تیرا کام مکمل نہیں ہوا ہے کشن راؤ'' جنرل میڈوز نے بڑے فریب کارانہ انداز میں کشن راؤ کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''ابھی بہت سے محاذ باقی ہیں۔''

ہر محاذ پر یہی ہوگا سرکار! کشن راؤ نے غلامانہ انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

''پھر جلدی کر۔ سلطان کی صفوں میں شامل ہو جا۔ ہمیں ایک ایک لمحے کی خبر بھیج اور غداروں کی نئی فصل تیار کر!'' جنرل میڈوز یکایک سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''سرکار کو اپنا وعدہ یاد ہے؟'' کشن راؤ بدستور مسکرا رہا تھا۔

''رام راج! رام راج! رام راج'' جنرل میڈوز نے ایک ہی لفظ کو تین بار دہرایا۔ ''مگر ٹیپو کی موت کے بعد''

سلطان اس وقت ''تنگی'' کے نواح میں خیمہ زن تھا۔ جب کشن راؤ، ٹیپو کے روبرو پہنچا تو اس کا گریبان چاک تھا، چہرے پر خاک ملی ہوئی تھی اور وہ بنگلور کی تباہی کا نوحہ پڑھ رہا تھا۔

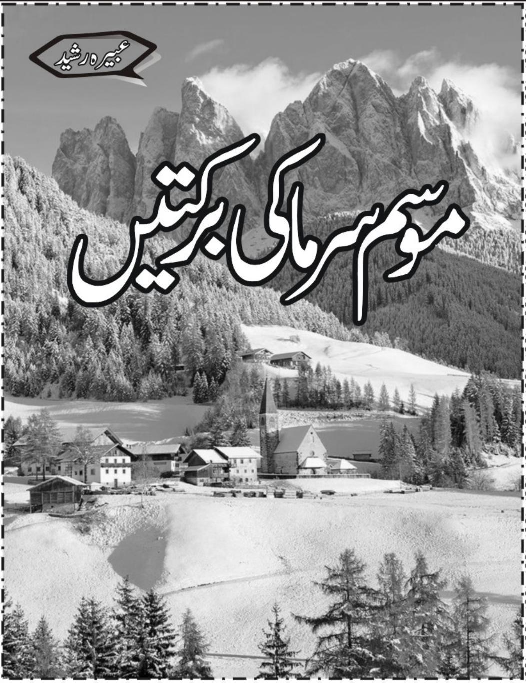
''حضور! آپ کا یہ غلام کچھ نہیں کر سکا۔'' کشن راؤ نے زور زور سے سینہ پیٹ اور ٹیپو کے پیروں پر سر رکھ دیا۔

''تیرا اس میں کیا قصور ہے؟'' بنگلور کی شکست اور رعایا کی بربادی کا حال سن کر ٹیپو کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

☆......☆......☆

موسمِ سرما کی برکتیں

عبیرہ رشید



دنیا آرام نہیں اعمال کی جگہ ہے۔ اِس دنیا میں موسموں کا تبدیل ہونا بھی ایک آزمائش ہے، اُس دنیا میں اہلِ جنت کا حال یہ ہوگا۔

''وہ ان باغوں میں آرام دہ اونچی نشستوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جہاں نہ دھوپ کی تپش دیکھیں گے اور نہ کڑاکے کی سردی۔'' (القرآن)

سردی کے موسم میں بہت سے محتاجوں کو ہماری ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہوا اللہ کا ایک حکم ہے، رحمت بھی لے کر آتی ہے اور عذاب بھی، جب تم دیکھو کہ تیز ہوا چل رہی ہے تو ہوا کو برا مت کہو، بلکہ اللہ سے اس کی خیر مانگو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو! (ابو داؤد)

سردی اور گرمی کا سبب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سرکار دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جب گرمی تیز ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیوں کہ گرمی کی تیزی دوزخ کی آگ کی بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔'' (بخاری)

دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے میرے رب! (آگ کی شدت کی وجہ سے) میرے بعض حصے نے بعض حصے کو کھالیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں۔ اب انتہائی سخت گرمی اور سخت سردی جو تم محسوس کرتے ہو، وہ اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ (بخاری)

یعنی گرمی کی شدت کا ظاہری سبب تو آفتاب ہے اور اس کو ہر شخص جانتا ہے اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا، لیکن عالم باطن اور عالم غیب میں اس کا تعلق جہنم کی آگ سے بھی ہے اور یہ ان حقائق میں سے ہے جو انبیائے کرامؑ ہی کے ذریعے معلوم ہو سکتے ہیں۔ (معارف الحدیث)

سردیوں کی برکت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

سردیوں کا موسم مومن کے لئے موسمِ بہار ہے۔ (مسند احمد)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ابن آدم کے دل سردیوں میں نرم ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور مٹی سردی میں نرم پڑ جاتی ہے۔ (فیض القدیر)

سردیوں میں وضو:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کرتا ہے؟

انہوں نے عرض کیا:

کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''وضو کو تکلیفوں (سردیوں کے موسم) میں پورا کرنا، مسجدوں کی طرف بار بار جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، یہ رباط (یعنی سرحد پر حفاظت کرنے جیسا) ہے۔'' (ترمذی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے سخت سردیوں میں اچھی طرح وضو کیا، اس کیلئے اجر کے دو حصے ہیں۔

(معجمِ اوسط طبرانی)

سخت سردی اور مسجد کی جماعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک ٹھنڈی اور برسات کی رات میں اذان دی، پھر یوں پکار کر کہہ دیا: لوگو! اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھ لو! پھر فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سردی و بارش کی راتوں میں مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ وہ اعلان کر دے کہ لوگ اپنی قیام گاہوں پر ہی نماز پڑھ لیں۔ (بخاری)

سردیوں میں تہجد اور روزہ:

حضرت عامر بن مسعود سے روایت ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ٹھنڈی نعمت سردیوں میں روزہ رکھنا ہے۔

(ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

سردیاں مومن کا سیزن ہیں، اس میں دن

چھوٹے ہوتے ہیں تو وہ روزہ رکھتا ہے اور رات لمبی ہوتی ہے تو وہ قیام کرتا ہے۔

(سنن کبریٰ بیہقی)

سردیوں میں آگ بجھا کر سونا:

بعض لوگ سردی سے بچنے کے لئے گھروں میں آگ جلا کر سو جاتے ہیں، اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ سالم اپنے والد سے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

جب تم سونے لگو تو اپنے گھروں میں آگ نہ رہنے دو۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰؓ نے بیان کیا کہ ایک گھر مدینے میں گھر والوں سمیت رات کو جل گیا۔

ان لوگوں کا واقعہ آپ ﷺ سے بیان کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے۔ اس لئے جب تم سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو۔ (بخاری)

سردیوں کے موسم میں صدقہ وخیرات:

سردی کے موسم میں بہت سے محتاجوں کو ہماری ضرورت ہوتی ہے، اس مشکل وقت میں ہمیں ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو مسلمان کسی ننگے کو کپڑا پہنائے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا، جو مسلمان کسی بھوکے کو کھانا کھلائے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا، جو مسلمان کسی پیاسے کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کی شراب پلائے گا۔ (ابوداوٗد)

حضرت حصینؓ کہتے ہیں کہ ایک سائل نے حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا تو انہوں نے اس سے پوچھا:

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں؟

اس نے عرض کیا: ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ حضرت **محمد** ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟

اس نے کہا: ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا تم رمضان کے روزے رکھتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں! پھر فرمایا:

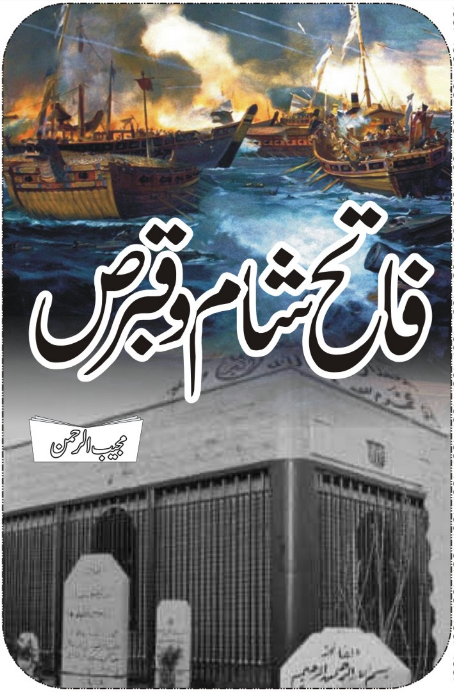
تم نے مجھ سے کچھ مانگا ہے اور سائل کا بھی حق ہے، لہٰذا مجھ پر فرض ہے کہ میں تمہیں کچھ نہ کچھ دوں، پھر آپ نے اسے کپڑا عطا کیا اور فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے جب تک کہ پہننے والے پر اس کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی باقی رہے۔“

(ترمذی)

☆......☆......☆



فاتح شام و قبرص

مجیب الرحمن

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ وہ خوش نصیب انسان ہیں جن کو جلیل القدر صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ کاتب وحی اور پہلے اسلامی بحری بیڑے کے موجد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

آپ کے لیے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے کئی مرتبہ دعائیں اور بشارتیں نکلیں۔

آپ کی بہن حضرت سیدہ اُمّ حبیبہؓ کو حضور اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ اور اُمّ المومنین ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ نے 19 سال تک 64 لاکھ مربع میل یعنی آدھی دنیا پر حکومت کی۔

تاریخ اسلام کے روشن اوراق آپ کے کردار و کارناموں اور فضائل و مناقب سے بھرے پڑے ہیں۔

آپ کے والد سیدنا ابو سفیانؓ سرداران قریش میں سے ہیں اور فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے ان کے گھر کو بھی ''دارالامن'' قرار دیا۔

سیدنا حضرت امیر معاویہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن معاویہؓ کو اس حالت میں اٹھائیں گے کہ ان پر نورِ ایمان کی چادر ہوگی۔ (کنز العمال)

حضور ﷺ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ! معاویہ بن ابی سفیانؓ میری امت میں سب سے زیادہ بردبار اور سخی ہیں۔ (تطہیر الجنان)

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ سرو قد، لحیم و شحیم، رنگ گورا، چہرہ کتابی، آنکھیں موٹی گھنی داڑھی، وضع قطع، چال ڈھال میں بظاہر شان و شوکت اور تمکنت مگر مزاج اور طبیعت میں زہد و تواضع، فروتنی، حلم و بردباری اور چہرہ سے ذہانت و فطانت مترشح تھی۔

مشہور روایت کے مطابق آپ فتح مکہ کے

موقع پر اپنے والد سیدنا حضرت ابوسفیانؓ کے ہمراہ اسلام لائے۔

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ نے جب اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو حضورﷺ نے انہیں مبارکباد دی اور ''مرحبا'' فرمایا (البدایہ والنہایہ 8/117)

حضورﷺ چونکہ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کے سابقہ حالات زندگی اور ان کی صلاحیت و قابلیت سے آگاہ تھے اس لیے انھیں اپنے خاص قرب سے نوازا۔

فتح مکہ کے بعد آپ حضورﷺ کے ساتھ ہی رہے اور تمام غزوات میں حضورﷺ کی قیادت و معیت میں بھر پور حصہ لیا۔

قرآن مجید کی حفاظت میں ایک اہم سبب ''کتابت وحی'' ہے۔ حضورﷺ نے جلیل القدر صحابہ کرامؓ پر مشتمل ایک جماعت مقرر کر رکھی تھی جو کہ ''کاتبین وحی'' تھے ان میں سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کا چھٹا نمبر تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضورﷺ اسی کو کاتب وحی بناتے تھے جو ذی عدالت اور امانت دار ہوتا تھا۔

(ازالۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ)

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ وہ خوش قسمت انسان ہیں جن کو کتابت وحی کے ساتھ ساتھ حضورﷺ کے خطوط تحریر کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے یہاں تک کہ سفر و حضر میں بھی خدمت کا موقعہ تلاش کرتے چنانچہ ایک بار حضورﷺ کہیں تشریف لے چلے تو سیدنا حضرت امیر معاویہؓ خدمت کے لیے پیچھے پیچھے ساتھ ہو گئے۔ راستہ میں حضورﷺ کو وضو کی حاجت ہوئی۔ پیچھے مڑے تو دیکھا سیدنا امیر معاویہؓ پانی کا برتن لیے کھڑے ہیں۔ آپﷺ بڑے متاثر ہوئے چنانچہ وضو کے لیے بیٹھے تو فرمانے لگے۔

''معاویہؓ! تم حکمران بنو تو نیک لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور برے لوگوں سے درگزر کرنا''

حضرت معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ اسی وقت مجھے امید ہو گئی تھی کہ حضورﷺ کی پیشین گوئی صادق آئے گی اور میں کبھی نہ کبھی ضرور خلیفہ ہو کر رہوں گا۔

حضورﷺ آپ کی خدمت اور بے لوث محبت سے اتنا خوش تھے کہ بعض اہم خدمات آپ کے سپرد فرمادی تھیں۔

علامہ اکبر نجیب آبادی ''تاریخ اسلام'' میں رقمطراز ہیں کہ حضورﷺ نے اپنے باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی خاطر مدارت اور ان کے قیام و طعام کا انتظام و اہتمام بھی حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دیا تھا۔

حضورﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ اول سیدنا

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں آپ نے مانعین زکوٰۃ، منکرین ختم نبوت، جھوٹے مدعیان نبوت اور مرتدین کے فتنوں کے خلاف بھرپور حصہ لیا اور کئی کارنامے سرانجام دیے۔

عرب نقاد رضوی لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کسی کا خون بہانا پسند نہیں کرتے تھے مگر پھر بھی آپ اسلامی ہدایات کے مطابق مرتدین کے قتل و قتال میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ ایک روایت کے مطابق مسیلمہ کذاب حضرت معاویہؓ کے وار سے جہنم رسید ہوا۔

خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں جو فتوحات ہوئیں اس میں حضرت امیر معاویہؓ کا نمایاں حصہ اور کردار ہے۔ جنگ یرموک میں آپ بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ لڑے، آپ کا پورا خاندان اس جنگ میں حصہ لے رہا تھا۔

خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں سیدنا حضرت امیر معاویہؓ جہاد و فتوحات میں مصروف رہے اور آپ نے رومیوں کو شکست فاش دیتے ہوئے طرابلس، الشام، عموریہ، شمشاط، ملطیہ، انطاکیہ، طرطوس، ارواڑ، روڈس اور صقلیہ کو حدود نصرانیت سے نکال کر اسلامی سلطنت میں داخل کر دیے۔

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ ان علاقوں کی فتوحات کے بعد اب یہ چاہتے تھے کہ اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے اس کو اب سمندر پار یورپ میں داخل ہونا چاہیے "فتح قبرص" کی خواہش آپ کے دل میں مچل رہی تھی یورپ و افریقہ پر حملہ اور فتح کیلئے بحری بیڑے کی اشد ضرورت تھی۔ کیونکہ بحر روم میں رومی حکومت کا ایک بہت بڑا بحری مرکز تھا جو کہ شام کے ساحل کے قریب ہونے کے باعث شام کے مسلمانوں کے لیے بہت قریبی خطرہ تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی طرف سے بحری بیڑے کو تیار کرنے کی اجازت ملنے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے بڑے جوش خروش کے ساتھ بحری بیڑے کی تیاری شروع کر دی اور اپنی اس بحری مہم کا اعلان کر دیا۔

جس کے جواب میں جذبہ جہاد سے سرشار مجاہدین اسلام شام کا رخ کرنے لگے، 28ھ میں آپ پوری شان و شوکت، تیاری و طاقت اور اسلامی تاریخ کے پہلے بحری بیڑے کے ساتھ "بحر روم" میں اترے وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لی لیکن بعد میں مسلمانوں کو تنگ کرنے اور بدعہدی کرنے پر سیدنا حضرت امیر معاویہؓ پوری بحری طاقت اور عظیم الشان بحری بیڑے کے ساتھ جس میں تقریباً پانچ سو کے قریب بحری جہاز شامل تھے قبرص (سائپرس) کی طرف روانہ ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے قبرص (سائپرس) کو فتح کر لیا۔

اس لشکر کے امیر و قائد خود سیدنا حضرت امیر معاویہؓ تھے۔آپ کی قیادت میں اس پہلی بحری لڑائی اور فتح قبرص کے لیے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ شریک ہوئے۔

اس لڑائی میں رومیوں نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا، تجربہ کار رومی فوجوں اور بحری لڑائی کے ماہر ہونے کے باوجود اس لڑائی میں رومیوں کو بدترین شکست ہوئی اور مسلمانوں کو تاریخی فتح حاصل ہوئی۔

حضورؐ نے ''اُمِّ حرام'' والی حدیث میں دو اسلامی لشکروں کے بارے میں مغفرت اور جنت کی بشارت و خوشخبری فرمائی ان میں سے ایک وہ لشکر جو سب سے پہلے اسلامی بحری جنگ لڑے گا اور دوسرا وہ لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جنگ کرے گا۔

پہلی بشارت سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں پوری ہوئی جب سیدنا حضرت امیر معاویہؓ نے سب سے پہلی بحری لڑائی لڑتے ہوئے قبرص (سائپرس) کو فتح کر کے رومیوں کو زبردست شکست دی تھی اور دوسری بشارت سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں اس وقت پوری ہوئی جب لشکر اسلام نے قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا۔اس جنگ میں حصہ لینے کے لیے شوقِ شہادت اور جذبہ جہاد سے سرشار صحابہ کرامؓ و تابعین دنیا کے گوشہ گوشہ سے دمشق پہنچے۔

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ نے سب سے پہلا اقامتی ہسپتال دمشق میں قائم کیا۔جہاز سازی کے کارخانے بنائے اور سب سے پہلی اسلامی بحریہ قائم کر کے اس وقت کی سب سے زبردست رومن بحریہ کو شکست دی۔سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں ہی سب سے پہلے منجنیق کا استعمال کیا گیا۔

(تاریخ اسلام از اکبر شاہ خان نجیب آبادی)

آب پاشی اور آب نوشی کے لیے دورِ اسلامی میں پہلی نہر کھدوائی۔ڈاک کا جدید اور مضبوط نظام قائم کیا۔سرکاری احکام پر مہر لگانے اور نقل دفتر میں محفوظ رکھنے کا طریقہ ایجاد کیا۔آپ نے دین اخلاق اور قانون کی طرح طب اور علم الجراحت کی تعلیم کا انتظام بھی کیا۔

آپ اطاعت الٰہی، اطاعت رسولؐ، اتباع سنت، جوشِ قبول حق تحمل و بردباری، تقویٰ اور خوف الٰہی کا عکس نمایاں نظر آتا ہے۔

22 رجب المرجب 60ھ میں کاتب وحی، جلیل القدر صحابی رسول، فاتح شام و قبرص اور 19 انیس سال تک 64 لاکھ مربع میل پر حکمرانی کرنے والے سیدنا حضرت امیر معاویہؓ 78 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔حضرت ضحاک بن قیسؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور دمشق کے باب الصغیر میں دفن کیے گئے۔

☆......☆......☆

پیکرِ شجاعت

دانیال حسن چغتائی



عیسائی دنیا جسے رچرڈ شیر دل کہہ کر پکارتی اور فخر کرتی تھی اور جسے یورپی ملکوں نے اپنی افواج کی سربراہی سونپ کر فلسطین کی جنگ میں صلاح الدین ایوبی کے مقابلے میں لا کھڑا کیا تھا۔

قاصد کے چہرے پر تذبذب تھا۔ وہ اپنے بادشاہ رچرڈ کی طرف سے ایک ایسا پیغام لے کر آیا تھا جس کے بارے میں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کا بادشاہ اس کا مثبت جواب نہیں دے سکے گا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے بادشاہ رچرڈ کا پیغام پڑھا اور قاصد پر اک نگاہ ڈالی جس کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے قاصد کی ذہنی حالت بھانپ لی تھی اور مسکراتے ہوئے نرم لہجے میں جواب دیا:

”بادشاہ رچرڈ سے کہہ دیجیے کہ ہمیں ان کی درخواست منظور ہے۔ ہم اپنے فوجی کمانڈروں کو ابھی حکم بھجوا دیتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ سات روز تک مکمل جنگ بندی کے عارضی معاہدے پر خود شاہ رچرڈ اور ان کی افواج بھی پوری طرح عمل کریں گے۔ صلیبی افواج کی طرف سے کوئی چھیڑ خانی ہوئی تو پھر ہم یہ درخواست رد کر دیں گے۔“ سلطان صلاح الدین ایوبی نے قاصد کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے کہا:

”ہماری طرف سے شاہ رچرڈ کو مبارک بھی پیش کر دیں کہ وہ ایک اہم فریضہ ادا کر رہے ہیں۔“

قاصد کے چہرے کا اضطراب دور ہو چکا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مسلمانوں کا سلطان اتنا رحم دل بھی ہوگا۔ دل ہی دل میں وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر ایسی درخواست سلطان صلاح الدین ایوبی کی طرف سے



بادشاہ رچرڈ کی خدمت میں پیش کی جاتی تو وہ اسے حقارت سے ٹھکرا دیتا بلکہ اسے سارے دربار میں سنا کر اس کا مذاق اڑاتا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے رچرڈ کی درخواست قبول کر کے سخاوت کا ایسا ثبوت پیش کیا تھا جس کا تصور بھی اس عیسائی قاصد کے لئے محال تھا۔ شاہ رچرڈ اپنی بیٹی ماریا کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ شادی کے جشن کے لئے اس نے عین اس زمانے میں سات روز کے لئے جنگ بندی کی درخواست کی تھی جب یہ صلیبی جنگ اپنے زوروں پر تھی۔

شاہ رچرڈ کے علاقے میں شادی کی تیاریاں زور شور سے ہونے لگیں۔ تھکے ماندے سپاہیوں کو بھی سستانے کا موقع مل گیا۔ عیسائی کیمپ میں فوجی رقص کی محفلیں برپا کرنے لگے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کے کیمپ میں سپاہی آرام کرتے اور اللہ کی عبادت میں مصروف دکھائی دیتے۔ شادی کے جشن کی تیاریوں میں مصروف شاہ رچرڈ کو ایک نئی بات سوجھی اور وہ اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

قاصد پھر سلطان صلاح الدین ایوبی کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس بار اسے یقین تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی شاہ رچرڈ کا دعوت نامہ کبھی قبول نہیں کرے گا۔

ذہین قاصد بڑے غور سے سلطان صلاح الدین ایوبی کے چہرے کے تاثرات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے دعوت نامہ پڑھتے وقت کسی تاثر یا ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ سلطان نے اک نگاہ اپنے درباریوں پر ڈالی اور پھر قاصد کی طرف دیکھا اور کہنے لگے:

''میں شاہ رچرڈ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی خوشیوں میں شرکت کے لئے یاد رکھا۔ شاہ رچرڈ کو میرا پیغام دینا کہ میں شادی کی تقریب میں ضرور شرکت کروں گا۔''

قاصد یہ جواب لے کر سلطان صلاح الدین ایوبی کے خیمے سے باہر نکلا تو وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اگرچہ شادی کے جشن میں شرکت کے لئے حامی بھر لی ہے لیکن وہ اپنا وعدہ ایفا نہیں کرے گا۔

بھلا کون ایسا شخص ہو سکتا ہے جو دشمنوں کی کچھار میں جانے پر آمادہ ہو، وہ ضرور بعد میں کسی مصروفیت کا عذر پیش کر دے گا۔

شاہ رچرڈ کی بیٹی شہزادی ماریا کی شادی کا دن آ گیا۔ پورے شان و شوکت سے عیسائی طریقے کے مطابق شہزادی کی شادی ہوئی۔

رات کو شادی کی خوشی میں جشن کی تقریب منعقد ہونے والی تھی اور اس میں سلطان صلاح الدین کو شرکت کے لئے دعوت بھیجی گئی تھی۔

شام سے پہلے ہی صلیبی کیمپ کا گوشہ گوشہ

روشنیوں سے جگمگانے لگا۔ سپاہی ناچ اور گا رہے تھے۔ شاہ رچرڈ کے خیمے میں اس کے درباری، جرنیل اور عزیز و اقارب جمع ہو چکے تھے۔

شہزادی ماریا اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں نئی نویلی دلہن بنی بیٹھی تھی۔ شاہ رچرڈ ہانکنے لگا تھا۔ وہ اپنی شجاعت کے قصیدے خود ہی پڑھ رہا تھا۔ بار بار اپنے سامعین کو کہہ رہا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نہیں آئے گا۔ اس میں ہمارے کیمپ کا رخ کرنے کی جرات کہاں؟

سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے کیمپ میں بڑے اطمینان اور خضوع وخشوع سے عشا کی نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ خیمے سے باہر نکلے۔ جہاں ایک خادم ان کا خاص گھوڑا لئے موجود تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھوڑا چلنے لگا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کے پیچھے دو گھڑ سوار بھی چلے آرہے تھے جو شادی کے تحائف اٹھائے ہوئے تھے۔

اب رات بہت ہوگئی شاہ معظم! ایک درباری نے شاہ رچرڈ کو مخاطب کر کے کہا:

”مسلمانوں کا سلطان نہیں آئے گا۔ اب کھانے۔۔۔“

شاہ رچرڈ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

”مجھے معلوم تھا وہ نہیں آئے گا۔ میں نے اسے مرعوب کرنے کے لئے جو انتظام کئے تھے وہ بے کار گئے۔“

عین اسی لمحے درباری نے اعلان کیا:

”مسلمانوں کے سلطان صلاح الدین ایوبی تشریف لا رہے ہیں۔“

حیرت سے شاہ رچرڈ اور اسکے درباریوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ شاہ رچرڈ اپنی حیرت اور بوکھلاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے باہر کی طرف لپکا۔

تھوڑی دیر بعد سلطان صلاح الدین ایوبی اپنے دو خدمت گاروں کے ساتھ خیمے میں داخل ہوئے۔ خادموں نے تحائف اٹھا رکھے تھے۔

یہ تحائف سلطان صلاح الدین ایوبی نے نئی دلہن شہزادی ماریا کے لیے پیش کیے۔ اس کے فوراً ہی بعد دونوں خادم خیمے سے باہر چلے گئے۔

شاہ رچرڈ کا وہ خیمہ جو اس تقریب کے لئے بہت سجایا سنوارا گیا تھا جس سے شاہ رچرڈ کی شان وشوکت کا اظہار ہوتا تھا، سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر ان کی اس میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہی۔

عیسائی سردار، جرنیل حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہے تھے جس کے خلاف وہ لڑ رہے تھے اور وہ کمال بے نیازی سے وہ اکیلا ان کے درمیان بیٹھا تھا۔ اسے کسی قسم کے خوف اور خطرے کا احساس تک نہ تھا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کی یہ بے نیازی،

مردانہ وقار شاہ رچرڈ کو کھٹکنے لگا۔ اس نے سلطان صلاح الدین ایوبی سے کہا:

آپ کے جنگ سے دستبردار ہونے کا وقت آگیا ہے۔

''مگر کیوں؟'' سلطان صلاح الدین ایوبی نے کمال سادگی سے پوچھا۔

''وہ اس لئے کہ یروشلم پر عیسائیوں کا حق ہے۔ یہ ہمارا مقدس مقام ہے۔ پھر ساری دنیا کے عیسائی یروشلم کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں اور وہ کبھی اس سے دستبردار نہیں ہونگے اس لیے آپ جیت نہیں سکیں گے اور بلا وجہ مسلمان سپاہیوں کی موت کا باعث بنیں گے۔''

سلطان صلاح الدین ایوبی کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ کسی بات سے کوئی اثر نہیں لے رہے تھے۔ انہوں نے بڑے وقار سے جواب دیا:

''شاہ رچرڈ! یہ بحث بے وقت اور بے کار ہے۔ یہ خوشی کا موقع ہے۔ فلسطین کا فیصلہ میدان جنگ میں ہوگا۔ اس کے سوا اس مسئلے کا کوئی اور حل نہیں۔ چند روز میں فیصلہ ہو جائے گا کون جیتتا ہے اور کون ہارتا ہے۔''

سلطان صلاح الدین ایوبی کے اس جواب نے شاہ رچرڈ کو یہ موضوع بدل دینے پر مجبور کر دیا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے درباری اور اس کے جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبی کی سنجیدگی اور بے خوفی سے متاثر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اب شاہ رچرڈ نے اپنا خفیہ ہتھیار استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے بعض ماہر سپاہیوں کو خاص جنگی کرتب دکھانے کے لئے تیار کیا تھا۔ اس کے اشارے پر وہ سپاہی آگئے۔ واقعی ان کے کرتب متاثر کرنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی بہادری اور شجاعت کے ایسے ایسے نمونے پیش کیئے کہ تمام درباری عش عش کر اٹھے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی تلواروں کا ماہرانہ کھیل غور سے یوں دیکھ رہے تھے جیسے اسے ان مظاہروں میں دلچسپی تو ہے مگر وہ ان سے زیادہ اثر نہیں لے رہے۔

مظاہرے ختم ہوئے تو شاہ رچرڈ نے بڑی فکر سے کہا: سلطان! آپ نے دیکھا میرے پاس کیسے کیسے ماہر اور بہادر سپاہی ہیں؟ کیا آپ کے سپاہی ان کا مقابلہ کر سکیں گے؟ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ آپ جنگ ختم کر کے واپس چلے جائیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی اپنی نشست سے اٹھے۔ انہوں نے اپنی تلوار نیام سے نکالی تو اس کی آب و تاب سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ سلطان کے چہرے پر بلا کا وقار تھا۔ انہوں نے آہستہ سے کہا:

میں صرف ایک چیز دکھاتا ہوں۔ پھر آپ جواب دیجیے گا کیا آپ کا ایک بھی سپاہی تلوار کے ایسے ماہرانہ استعمال کی صلاحیت رکھتا ہے۔

یہ کہہ کر سلطان صلاح الدین ایوبی بڑے وقار

سے چلتے ہوئے دلہن شہزادی ماریا کے پاس پہنچے اور بڑے نرم لہجے میں کہا:

شہزادی! کیا میں آپ کا یہ ریشمی دوپٹہ لے سکتا ہوں؟ سب کی نگاہیں سلطان صلاح الدین ایوبی اور اس کی تلوار پر جمی ہوئی تھی۔ شہزادی ماریا بھی بوکھلا گئی:

ہاں سلطان معظم! آپ لے سکتے ہیں۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا قیمتی سفید رنگ کا بہت ملائم ریشمی دوپٹہ اتار کر سلطان کے سامنے پیش کر دیا۔ سلطان نے شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ دوپٹہ لیا۔

شاہ رچرڈ پر ایک نگاہ ڈالی، پھر وہاں موجود تمام جرنیلوں، درباریوں کو وقار بھرے انداز میں دیکھا اور وہ نازک دوپٹہ ہوا میں اچھال دیا۔

اس سے پہلے کہ وہ دوپٹہ زمین پر آتا، سلطان نے لپک کر اس پر اپنی تلوار سے وار کیا اور وہ دو ٹکڑے ہوگیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی تلوار نیام میں ڈالتے ہوئے کہا:

کیا شاہ رچرڈ آپ خود یا آپ کی فوج میں کوئی ماہر فوجی ہے جس کی تلوار ایسے نرم ریشمی دوپٹے کو کاٹ سکے؟ کوئی ہے تو اسے کہیے کہ آئے اور اس کا ثبوت پیش کرے۔

پورے دربار پر سناٹا چھا گیا۔ کوئی ایسا نہ تھا جس کی تلوار کی دھار اتنی تیز ہو اور کوئی ایسا نہ تھا جو سلطان صلاح الدین ایوبی جیسی مہارت رکھتا ہو۔

سلطان صلاح الدین ایوبی متانت و وقار سے کھڑے رہے۔ پھر جب کوئی نہ آیا تو اس پیکر شجاعت نے جانے کی اجازت چاہی اور اعتماد کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے اکیلے ہی خیمے سے باہر نکل گئے۔

☆......☆......☆

سب سے اچھی نعمت

ایک بادشاہ نے اپنے وزیر کا امتحان لینے کے لئے پوچھا کہ انسان کے لئے سب سے اچھی نعمت کیا ہے؟

وزیر نے کہا: ”بہترین عقل۔“

بادشاہ نے کہا کہ اگر وہ نہ ہو تو؟

وزیر: وہ ادب جو اسے مزین رکھے۔

بادشاہ نے کہا: ”اگر وہ بھی نہ ہو تو؟“

وزیر: وہ مال جو اس کے عیوب چھپائے رکھے۔

بادشاہ نے کہا: ”اگر وہ بھی نہ ہو تو؟“

وزیر نے کہا: ”وہ آسمانی بجلی جو اسے جلا کر انسانوں کو اس سے راحت پہنچا دے۔“

(انتخاب: خلیل الرحمن)



وہ تنگ گلی میں جا بجا لگے خیموں کے مابین ایک تنگ گزرگاہ تھی، وہاں سے میری گزرتے ہوئے اچانک ایک بچے پر نظر جا ٹھہری۔

وہ بچہ مجھے دیکھ کر کہیں کھو سا گیا اور پھر اچانک نمودار ہوا اور مجھے دیکھنے لگا۔

میری متجسس نگاہیں صورتِ مسئلہ اور حقیقت کے تعاقب میں تھیں کہ کسی طرح میں حقیقی ماجرے سے آگاہی حاصل کروں۔

کیوں کہ وہ بچہ مسلسل مجھے دیکھے جا رہا تھا، حالانکہ میں اسے پہچانتی تک نہیں تھی۔

میری بے چینی میں تب اضافہ ہوا کہ جب وہ میرے قریب آ کر بغور جائزہ لے کر پھر واپس چلا گیا اور صرف ایک مرتبہ نہیں، اس نے کافی چکر کاٹے جیسے مطمئن نہ ہو رہا ہو اور واپس میرے پاس آ کر کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن وہ ہمت باندھنے کے باوجود یہ جسارت نہیں کر پا رہا تھا اور واپس ہو جاتا تھا۔

آخر کار میں نے اس بچے کو خود پکارا، اس نے میری طرف دیکھا اور قریب آیا لیکن دوبارہ سے ماقبل کی طرح واپس پلٹ گیا۔

بچے کا تذبذب اور ہچکچاہٹ کا حال مجھ سے دیکھا نہ جا رہا تھا۔ میں آگے بڑھی اور قدم بڑھاتے جیسے ہی اس کے قریب پہنچی تو وہ سہم کر وہیں رک گیا اور یوں ساکت ہو گیا جیسے اس کے قدم جم گئے ہوں۔ میں نے بچے کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں بھر لیا اور ہنستے ہوئے خوش گوار مزاج میں اس سے گویا ہوئی:

”اے شریر بچے! میرے پاس آ کر پھر بھاگ جاتے ہو، آخر ماجرا کیا ہے؟“

بچے کی نگاہیں مجھے میری آنکھوں سے کہیں زیادہ متجسس محسوس ہوئیں اور کچھ کہے بغیر اس کا فقط گہری نگاہوں سے میری آنکھوں میں دیکھنا ہی میرا دل چیر گیا۔

ان آنکھوں میں درد تھا، وہ معصوم آنکھیں کسی کی

متلاشی و منتظر تھیں، اک پل کے لیے چمکنے لگتیں تو دوسرے لمحے مایوسی میں ڈوبی ہوئی محسوس ہوتیں۔

میں جب قربت سے بھرپور طریقہ اپناتے ہوئے بچے کے قریب واقعہ سننے کے لیے منتظر کھڑی تھی، تو اس نے میرے لباس پر نگاہ ڈال کر ڈبڈباتے الفاظ میں کہا:

''آپ کا لباس میری والدہ کے لباس سے مماثلت رکھتا ہے، انہوں نے بھی شہادت کے دن ایسا ہی لباس زیبِ تن کر رکھا تھا اور آپ صورتاً اور شکلاً بھی میری ماں کی طرح دِکھتی ہیں۔ جب میں نے ابتداء آپ کو دیکھا تو ایک لمحہ یوں محسوس ہوا جیسے آپ ہی میری ماں ہیں پھر قریب آ کر معلوم ہوا کہ نہیں وہ تو شہید ہو چکی ہیں لیکن مجھے اطمینان نہیں ہو رہا تھا اور یوں میں بار بار آپ کو دیکھنے چلا آ رہا تھا۔ میری ماں چونکہ شہید ہے اس لیے یہ بتانے کی میں ہمت بھی نہ کر پا رہا تھا۔ تو کیا آپ میری ماں کو جانتی ہیں؟''

مریم قوش کہتی ہیں کہ معصوم بچے کے یہ الفاظ سن کر میرا دل چھلنی چھلنی ہو گیا گویا کہ اس بچے نے مجھے ایک ہی مرتبہ میں دو مرتبہ مار ڈالا۔

وہ کوئی اور نہیں، اک مظلوم و معصوم فلسطینی تھا۔ یہ تو ایک معصوم سے مجاہد بچے کی کہانی ہے، جس کی ہمیں سننے کی بھی تاب نہیں۔

آہ! ان معصوموں کی لہولہان تصاویر ہم ماؤں اور بہنوں سے دیکھی نہیں جاتی اور نہ ہی واقعات سنے جاتے ہیں۔ لیکن ہم نے دعاؤں میں کون سا مواظبت کے ساتھ ان کو یاد رکھا اور جہاد تو دور کی بات، ہمیں تو اسرائیلی پروڈکٹ کا بائیکاٹ کرنا بھی دشوار لگا۔

مجھے بتائیں ذرا! اس رحم دلی کا کیا فائدہ؟

آج اگر اسرائیلی پروڈکٹ کے بائیکاٹ کرنے کا نعرہ لگتا ہے تو اگلے جواب دیتے ہیں کہ ایک دو چیز خریدنے سے دشمنانِ فلسطین کو کون سا نقصان ہو رہا ہے؟ ہمارے دس بیس سے وہ بم بارود خریدنے سے رہے۔

افسوس در افسوس! ہم تو اپنے گھر والوں کو بھی سمجھا نہ سکے، بقیہ عوام کا تو ذکر ہی بیکار ہے۔

میری بہنو! بروزِ قیامت ان مظلوم اور معصوم لوگوں کے متعلق ہم سے پوچھا جائے گا۔ کیا حجت تمام ہونے کی کوئی دلیل ہے؟ تب جواب دینے کے لیے ہمارے پاس الفاظ ہوں گے؟ یا ہم اپنا جرم حکمرانوں پر ہی تھوپ دیں گے؟

اگر اللہ نہ کرے اسرائیلی پروڈکٹ کا بائیکاٹ نہ کرنا ہی ہمارے لیے وبال کا ذریعہ بن جائے اور یہ معصوم بچے بھی ہمارے خلاف گواہی دینے لگ جائیں تو ہم کیا کریں گے؟

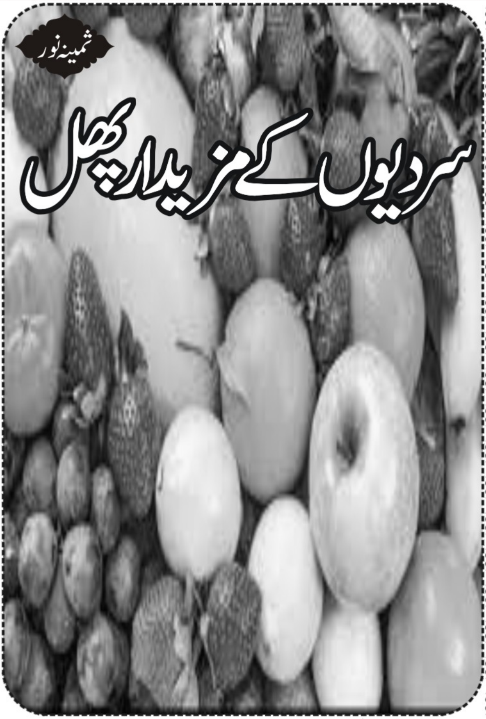
تو کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کرنے کی جسارت کر پائیں گے؟

ایک مرتبہ ضرور سوچیئے گا۔

☆......☆......☆

سردیوں کے مزیدار پھل

ثمینہ نور



ہم سب کو سال بھر سردیوں کا انتظار رہتا ہے۔ یقیناً آپ بھی سردیوں کی آمد پر خوش ہوتے ہونگے۔لیکن اس جوش و جذبے اور خوشی میں سردیوں کے موسم کے دوران ہم اکثر مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار بھی رہتے ہیں کیونکہ فضا میں بہت ٹھنڈک ہوتی ہے اور دن چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ پچھلے کچھ مہینوں کو دوران لمبے عرصے تک گھروں میں بند رہنے کی وجہ سے آپ کا مدافعتی نظام بھی کمزور ہوسکتا ہے۔

ایسے میں اس سردی کے موسم میں تازہ پھلوں کا استعمال آپ کے لیے فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے۔

عام طور پر سردے کے موسم کے تقریبا سارے پھل وٹامن سی سے بھرپور ہوتے ہیں جوکہ ایک انتہائی اہم اینٹی آکسیڈنٹ ہے اور یہ سردیوں کے موسم میں اپ کے جسم میں گرمی اور مختلف بیماریوں کے خلاف مدافعت پیدا کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اس کے علاوہ پھل کھانا نہ صرف آپ کی صحت کے لیے اچھا ہے بلکہ یہ تمام پھل ذائقے سے بھی بھرپور ہوتے ہیں۔ ویسے تو سردی کا موسم اتنا رنگین نہیں سمجھا جاتا لیکن یہ اپنے ساتھ بہت سے رنگین پھلوں کو لے کر آتا ہے جو آپ کی صحت کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔اس سب کے ساتھ ساتھ سیزنل پھل آپ کو وہ تمام غذائی اجزا فراہم کرتے ہیں جن کی آپ کے جسم کو اس خاص موسم میں ضرورت ہوتی ہے۔

سردی کے موسم کی وجہ سے آپ کو بہت سی

پریشانیوں اور بیماریوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جیسے کہ نزلہ، زکام، کسی بھی قسم کے وائرل انفیکشن یا پھیر جلد کا خشک ہو جانا۔

ایسے میں سیزنل پھل اپنی غذا میں شامل کرنے سے نہ صرف آپ کی مدافعت کو بہتر بانا ہے بلکہ یہ آپ کی موسم کے ساتھ پیش آنے والی تمام مشکلات کا سامنا کرنے کے لیئے پورے طریقے سے آپ کی صحت کو فروغ دیتا ہے۔

☆......☆......☆

سیب

یہ سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر درخت پر کاشت ہونے والا پھل ہے۔اس کا درخت مغربی ایشیا میں شروع ہوا۔سیب کا ذکر بہت سی ثقافتوں کی دیو مالائی اور کتابوں میں موجود ہے۔

کہاوت ہے کہ اگر آپ روز ایک سیب کھاتے ہیں تو پھر یہ آپ کو ڈاکٹر سے دور رکھتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ سیب کو ایک سپر فوڈ کا نام دیا جاتا ہے۔

سیب ایک ایسا پھل ہے جو تقریبا ہر موسم میں ہر گھر میں پایا جاتا ہے۔لیکن سردیوں میں سب سے زیادہ دستیاب ہونے والا پھل بھی سیب ہی ہے۔

سیب دیگر پھلوں کے مقابلے میں خاص طور پر فائبر سے بھرپور ہوتا ہے۔ وٹامنز، معدنیات، مرکبات اور غذائی اجزاء کے اپنے منفرد امتزاج کی وجہ سے سیب جسمانی وزن کو کنٹرول کرنے، ذیابیطس کے خطرے کو روکنے اور دماغ، دل اور یہاں تک کہ دانتوں کی صحت کو فروغ دینے میں کردار ادا کرتا ہے۔

سیب آپ کے ہاضمے کو بہتر بنانے میں مدد کرتا ہے اور آپ کو قبض کے ہونے کے خطرے سے دور رکھتا ہے۔ سیب کو چھلکے سمیت کھانا چاہیے۔کیونکہ سیب کا چھلکا اتار کر کھانے سے اس کے ساتھ ساتھ سیب میں موجود فلیوانائڈز بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔

سیب کو اکثر کچا کھایا جاتا ہے مگر اس کا استعمال بہت سی کھانے کی اشیاء خاص طور پر میٹھے اور مشروبات میں بھی ہوتا ہے۔

سیب کھانے سے صحت پر بہت سے مفید اثرات پائے جاتے ہیں جبکہ بیج قدرے مضر صحت ہیں۔سیب کو اپنی سردیوں کے معمول کی غذا میں لازمی شامل کریں۔ یہ آپ کی صحت کے لیے نہایت فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

اس مضمون میں ہم آپ کو تفصیل سے بتائیں گے کہ سردیوں کے موسم میں کون سے پھل صحت کے لیے مفید ہیں۔

☆......☆......☆

انار

سردیوں میں آنے والا یہ پھل فائبر اور پوٹاشیم سے بھرپور ہوتا ہے۔اِس کا سُرخی مائل

سخت چھلکا ہوتا ہے اور یہ سرخ دانہ دار گودے سے بھرا ہوتا ہے جو کھٹے اور میٹھے ذائقوں کا حامل ہوتا ہے۔

یہ پھل انسانی غذا ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کے لیے بطور دوا بھی تجویز کیا جاتا ہے کیونکہ بہت سی بیماریوں میں مفید ہے۔ دانت اور قلب عارضہ میں مفید ہے۔

انار کو شاہی پھل بھی کہا جاتا ہے انار بہت سارے اینٹی آکسیڈنٹس سے بھرپور ہوتا ہے جو آپ کو بہت سی بیماریوں کے خطرے اور خاص طور پر کافی قسم کے کینسر سے محفوظ رکھنے میں مدد کرتے ہیں۔

انار کا جوس پینے سے آپ کا ہاضمہ بھی بہتر ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انار کا جوس فولیٹ، پوٹاشیم اور وٹامن ای اور کے حاصل کرنے کا بھی ایک اچھا ذریعہ ہے۔

یہ آپ کی آنتوں میں سوزش کو کم کرتا ہے اور آپ کے پورے نظام انہضام کی صحت کو بہتر بناتا ہے۔ انار کو اپنی سردیوں کے معمول کی غذا میں شامل کرنا آپ کی صحت کے لیے نہایت فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

☆......☆......☆

کینو، مالٹا، فروٹر

سردیوں میں وافر مقدار میں آنے والا سستا ترین یہ پھل اپنی رنگیں شکل اور مزیدار ذائقے کے ساتھ ساتھ بہت سارے فوائد بھی لے کر آتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ آپ کی جلد کو بھی خوبصور بنانے میں مدد کرتا ہے، وزن کم کرنے میں مدد کرتا ہے۔

مالٹوں کو وٹامن سی کا پاور ہاؤس کہا جاتا ہے اور وٹامن سی ایک طاقتور اینٹی آکسیڈینٹ ہے۔ مالٹے کی کئی اقسام موجود ہیں جیسے کہ نارنجی، کینو، فروٹر اور مالٹا، ان پھلوں کے جوس کے استعمال سے دنوں میں وزن کم کرنے میں مدد ملتی ہے اور قوتِ مدافعت مضبوط ہوتی ہے۔

کینو، مالٹے، فروٹر، یہ تمام وہ پھل ہیں جن کا شمار سردی کے خاص پھلوں میں ہوتا ہے، ماہرین غذائیت کا کہنا ہے کہ جسمانی نظام کے لیے منرلز اور وٹامنز بہت ضروری ہیں جن کو قدرتی طور پر حاصل کرنے کے لیے پھلوں کو اپنی غذا کا حصہ بنانا لازمی ہے۔

مالٹے اور کینو نظام ہضم کو بہتر بناتے، عمر رسیدگی کے اثرات سے بچاتے اور بلغم و کھانسی کو کم کرتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق جن لوگوں میں خون کی کمی ہو، ان کو مالٹا کھلانے سے فائدہ ہوتا ہے، کیونکہ اس پھل میں قدرت نے خون پیدا کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔

پاکستان کا شمار مالٹے اور کینو پیدا کرنے والے چھوٹے بڑے ملک کے طور پر ہوتا ہے۔

امرود

امراض معدہ میں مفید ہے۔امرود ایک سستا پھل ہے۔ہر ایک کی پہنچ میں ہوتا ہے۔فائبر اور وٹامن اے،بی 6 اور سی سے بھرپور امرود کو بھی سپر فوڈز میں شمار کیا جاتا ہے،اس پھل کا سلاد اور چاٹ بنا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق امرود کو غذا میں شامل کر لینے سے قبض سے نجات ملتی ہے،امرود کھانے سے ٹھنڈ اور کھانسی میں افاقہ ہوتا ہے، وزن میں کمی، کینسر کے خدشات کم کرتا ہے اور ہارمونز کی افزائش میں کردار ادا کرتا ہے۔

☆......☆......☆

انگور

چھوٹے چھوٹے موتیوں جیسے انگور مختلف رنگوں کے پائے جاتے ہیں جن میں سرخ، جامنی، ہرے اور پیلے انگور شامل ہیں۔

انگور میں وٹامن اے کا بیش بہا خزانہ پایا جاتا ہے جبکہ انگوروں میں دیگر وٹامنز یعنی، ڈی 3، ای، سی، ڈی، بی 12، بی 6 اور کے بھی پایا جاتا ہے۔انگور مختلف اقسام اور رنگوں میں دستیاب ہوتے ہیں۔

ماہرین غذائیت کے مطابق انگور کا استعمال دل کے امراض دور کرتا ہے اور کارکردگی بہتر بناتا ہے،اس کے علاوہ ذیابیطس، کینسر، جوڑوں کے درد، وائرل، انفیکشن اور الرجی سے بچاتا ہے۔

☆......☆......☆

چکوترے

سردیوں کے پھلوں میں میٹھے اور رسیلے چکوترے بھی شامل ہیں۔یہ موسمی پھل بھی بہت سے فائدہ مند اور حفاظتی غذائی اجزاء سے بھرپور ہوتا ہے۔

چکوترے کھانے سے یہ آپ کے جسم میں موجود خلیات کو غیر مستحکم مالیکیولز جنہیں فری ریڈیکلز کہتے ہیں، ان کی وجہ سے ہونے والے ممکنہ نقصان سے بچانے میں مدد کر سکتے ہیں۔

چکوترے وٹامن سی سے بھرپور ہوتے ہیں اور اس کو حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہیں۔یہ آپ کے مدافعتی نظام کو بہتر بناتا ہے، آپ کی ہڈیوں کو مظبوط کرتا ہے۔چکوترے کو گریپ فروٹ بھی کہتے ہیں۔

☆......☆......☆

کیلا

کیلا ایک مشہور پھل ہے اس کا تنا قدرے موٹا اور نرم ہوتا ہے اور پتے بہت بڑے بڑے چوڑے اور لمبے ہوتے ہیں۔

پکا کیلا بطور پھل اور کچا بطور سبزی کھایا جاتا ہے۔کیلے میں فائبر اور تین اقسام کی شکر (سکروز، فرکٹوز اور گلوکوز) پائی جاتی ہے،کیلا فوراً انرجی بحال

کرنے میں کردار ادا کرتا ہے۔ماہرین غذائیت کے مطابق ایک وقت میں 2 کیلے کھانے سے 90 منٹ تک انسان خود کو تروتازہ اور توانا محسوس کرتا ہے۔

کیلے میں ایک مخصوص پروٹین پایا جاتا ہے جو انسان کو تھکاوٹ میں سکون پہنچاتا اور موڈ کو بہتر بناتا ہے، اسے کھانے سے نیند کی کمی کی شکایت دور ہوتی ہے۔

وٹامنز اور منرلز کے لحاظ سے کیلے میں آئرن اور پوٹاشیئم بھرپور مقدار میں پایا جاتا ہے۔

☆......☆......☆

مسمی

مسمی زود ہضم اور طاقت بخش پھل ہے۔یہ خون پیدا کرتا ہے۔

ملیریا، بخار، سل اور تپ دق میں بے حد مفید ہے۔مسمی میں اسّی فیصد پانی ہوتا ہے۔اس میں معقول تعداد میں گوشت بنانے والے روغنی اور نشاستہ دار اجزا کے ساتھ ساتھ سوڈیئم فاسفورس اور پوٹاشیم کی آمیزش ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ اس میں وٹامنز اے اور بی پائے جاتے ہیں جو انسانی صحت کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔

یہ قبض کشا ہے۔معدہ کی تیزابیت کو دور کرنے کیلئے یہ قدرت کا بہترین تحفہ ہے۔صبح نہار منہ چار عدد مسمیاں کھانے سے بڑھا ہوا پیٹ کم ہوتا ہے بشرطیکہ یہ عمل تین ہفتے تک جاری رہے۔

سردیوں میں ہر گھر میں نزلہ زکام اور کھانسی کا زور بڑھ جاتا ہے اور ڈاکٹروں کے چکر لگنے شروع ہو جاتے ہیں، اگر آپ روزانہ دوائیاں کھانے سے بچنا چاہتے ہیں تو اپنی خوراک میں ان پھلوں کو ضرور شامل کرلیں جو آپ کو با آسانی دستیاب ہیں، جو آپ کی معاشی حالت برداشت کر سکتی ہے ان پھلوں کو اپنی غذا میں شامل کرنے سے آپ بہت سے صحت کے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔اور اس طرح ایک طاقتور مدافعتی نظام کے ساتھ آپ کسی بھی قسم کی بیماری سے بچ سکتے ہیں۔

☆......☆......☆

کوئی فائدہ نہیں

☆......کوئی فائدہ نہیں بات کا بغیر عمل کے۔

☆......کوئی فائدہ نہیں ''فقہ'' کا بغیر تقویٰ کے۔

☆......کوئی فائدہ نہیں ''صدقے'' کا بغیر نیت کے۔

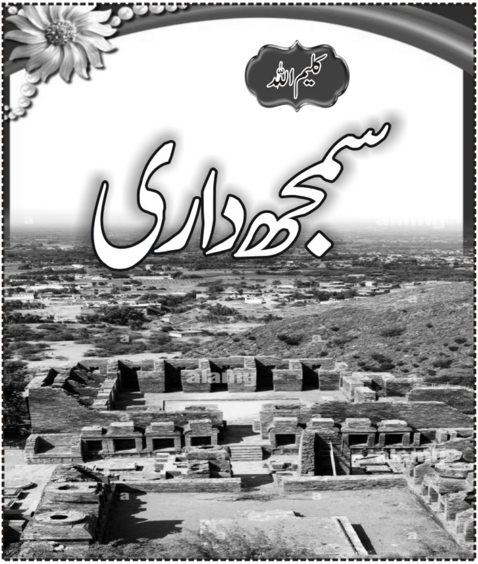
☆......کوئی فائدہ نہیں ''مال'' کا بغیر سخاوت کے۔

☆......کوئی فائدہ نہیں ''زندگی'' کا بغیر جہاد کے۔

(انتخاب: انیسہ ادیبہ)

کلیم اللہ

سمجھداری



ایک شہزادہ کم صورت تھا اور اس کا قد بھی چھوٹا تھا۔ اس کے دوسرے بھائی نہایت خوبصورت اور اچھے ڈیل ڈول کے تھے۔

ایک بار بادشاہ نے بدصورت شاہزادے کی طرف ذلّت اور نفرت کی نظر سے دیکھا۔ شہزادہ نے اپنی ذہانت سے باپ کی نگاہ کو تاڑ لیا اور باپ سے کہا:

”اے ابّا جان! سمجھ دار ٹھگنا لمبے بیوقوف سے اچھا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ جو چیز دیکھنے میں بڑی ہے وہ قیمت میں بھی زیادہ ہو۔ دیکھیے ہاتھی کتنا بڑا ہوتا ہے، مگر حرام سمجھا جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں بکری کتنی چھوٹی ہے مگر اس کا گوشت حلال ہوتا ہے۔

ساری دنیا کے پہاڑوں کے مقابلہ میں طور بہت چھوٹا پہاڑ ہے لیکن خدا کے نزدیک اس کی عزت اور مرتبہ بہت زیادہ ہے (کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے اس پہاڑ پر خدا کا نور دیکھا تھا) کیا آپ نے سنا ہے کہ ایک دبلے پتلے عقلمند نے ایک بار ایک موٹے بیوقوف سے کہا تھا کہ اگر عربی گھوڑا کمزور ہو جائے تب بھی وہ گدھوں سے بھرے ہوئے پورے اصطبل سے اچھا اور طاقتور رہتا ہے۔

بادشاہ شہزادے کی بات سن کر مسکرایا، تمام امیر اور وزیر خوش ہوئے اور اس کی بات سب کو پسند آئی۔ لیکن شہزادے کے دوسرے بھائی اس سے جل گئے اور رنجیدہ ہوئے۔

جب تک انسان اپنی زبان سے بات نہیں کرتا ہے اس وقت تک اس کی اچھائیاں اور بُرائیاں ڈھکی چھپی رہتی ہیں۔

ہر جنگل کو دیکھ کر یہ خیال نہ کرو کہ وہ خالی ہوگا،
تمہیں کیا خبر کہ اس میں کہیں شیر سو رہا ہو۔

میں نے سنا ہے کہ اسی زمانے میں بادشاہ کو ایک زبردست دشمن کا سامنا کرنا پڑا۔ جب دونوں طرف کی فوجیں آمنے سامنے آئیں اور لڑائی شروع کرنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے جو شخص لڑنے

کے لیے میدان میں نکلا وہی بدصورت شہزادہ تھا۔ اور اس نے پکار کر کہا:

میں وہ آدمی نہیں ہوں کہ تم لڑائی کے دن میری پیٹھ دیکھ سکو۔ میں ایسا بہادر ہوں کہ تم میرا سر خاک اور خون میں لتھڑا ہوا دیکھو گے، یعنی میں دشمن سے لڑتے لڑتے جان دے دوں گا مگر ہمت نہ ہاروں گا!

جو لوگ خواہ مخواہ لڑائی پر آمادہ ہوتے ہیں وہ خود اپنے خون سے کھیلتے ہیں یعنی مفت جان گنواتے ہیں اور جو لڑائی کے میدان سے بھاگ جاتے ہیں وہ پوری فوج کے خون سے کھیلتے ہیں!

یہ کہہ کر شہزادے نے دشمن کی فوج پر بہت سخت حملہ کیا اور کئی بڑے بڑے بہادروں کو قتل کر دیا۔ جب باپ کے سامنے آیا تو آداب بجالایا اور کہا:

اے ابّا جان! آپ نے میرے دبلے پتلے کمزور جسم کو ذلّت کی نگاہ سے دیکھا اور ہرگز میرے ہنر کی قیمت کو نہ سمجھا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ پتلی کمر والا گھوڑا ہی لڑائی کے میدان میں کام آتا ہے آرام اور آسائش میں پلا ہوا موٹا تازہ بیل کام نہیں آسکتا!

کہتے ہیں دشمن کی فوج بہت زیادہ تھی اور شہزادے کی طرف سپاہیوں کی تعداد کم تھی کچھ نے بھاگنے کا ارادہ کیا، شہزادے نے ان کو للکارا اور کہا:

”اے بہادرو! کوشش کرو اور دشمن کا مقابلہ کرو، یا پھر عورتوں کا لباس پہن لو!“

اس کی بات سن کر سپاہیوں کی ہمت بڑھ گئی اور سب دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور اس کو مار بھگایا اور دشمن پر اسی دن فتح حاصل کی۔

بادشاہ نے شہزادے کو پیار کیا اور اپنی گود میں بٹھایا اور روز بروز اس سے محبت بڑھنے لگی اور اس کو اپنا ولی عہد بنایا۔ دوسرے بھائیوں نے یہ حال دیکھا تو حسد کی آگ میں جلنے لگے اور ایک دن بدشکل شہزادے کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ اس کی بہن نے کھڑکی سے دیکھ لیا اور شہزادے کو خبردار کرنے کے لیے کھڑکی کے دروازے زور سے بند کیے۔

شہزادہ اس کی آواز سے چونک پڑا اور اپنی ذہانت سے سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے، کھانا چھوڑ دیا اور کہنے لگا، یہ تو نہیں ہوسکتا ہے کہ بے ہنر لوگ زندہ رہیں اور ہنرمند مر جائیں۔

اگر ہما دنیا سے ختم ہو جائے، تب بھی کوئی شخص الّو کے سایہ میں آنا پسند نہ کرے گا!

باپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو اس نے شہزادے کے سب بھائیوں کو بلایا ان کو مناسب سزا دی۔

اس کے بعد ہر ایک کو اپنے ملک کا ایک ایک حصّہ دے دیا۔ تاکہ آپس میں جھگڑا فساد نہ کریں۔ اس طرح یہ فتنہ اور فساد ختم ہوا۔

☆......☆......☆

بقیہ: رازِ سربستہ

اس نے پانی کو اوپر لے جانے کیلئے (یعنی آب پاشی کیلئے) کرینک کنیکٹنگ راڈ سسٹم بنایا۔ اس ایجاد نے ٹیکنالوجی پر دیرپا اثر چھوڑا اور انجنیئر نگ کی فیلڈ میں انقلاب آگیا۔ یہ سسٹم بائیسکل میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس نے پانی سے چلنے والے پسٹن پمپ کا بھی ذکر کیا جس میں دو سیلنڈر اور ایک سکشن پائپ تھا۔ الجزاری نے 1206ء علم الحیال یعنی انجنیئر نگ پر جو قاموسی تصنیف (الجامع بین العلم والعمل النافع فی صنعت الحیال) سپرد قلم کی اس میں والوز اور پسٹن کا بھی ذکر کیا۔ اس نے ایک میکنکل کلاک بنائی جو وزن سے چلتی تھی۔ اس کو فادر آف روباٹکس بھی کہا جاتا ہے۔ وہ 50 سے زیادہ مشینوں کا موجد تھا۔ کمبی نیشن لاک بھی اس کی ایجاد ہے سائنس میوزیم لندن میں ورلڈ آف اسلام کا جو 1976 میں فیسٹول منعقد ہوا تھا اس میں الجزاری کی بنائی ہوئی واٹر کلاک کو دوبارہ اس کی ڈایاگرام کے مطابق بنایا گیا تھا۔ الجزاری کی کتاب کا انگلش ترجمہ ڈینیل ہل (Daniel Hill 1974) نے کیا ہے۔

☆......☆......☆

شام کے محقق اور موٴجد حسن الرماہ نے ملٹری ٹیکنالوجی پر ایک شاندار کتاب 1280ء میں قلم بند کی جس میں راکٹ کا ڈایاگرام پیش کیا گیا تھا۔ اس کا ماڈل امریکہ کے نیشنل ایئر اینڈ سپیس میوزیم، واشنگٹن میں موجود ہے۔ کتاب میں گن پاوڈر بنانے کے اجزائے ترکیبی دیے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ بارود میر فتح اللہ نے ایجاد کیا تھا۔ پندرھویں صدی میں مسلمانوں نے تار پیڈو بھی بنا یا تھا جس کے آگے نیزہ اور بارود ہوتا تھا۔ یہ دشمن کے بحری جہازوں کے پرخچے اڑا دیتا تھا۔

نابیناؤں کے لئے پڑھنے کا سسٹم (بریل Braille) 1824ء میں فرانس میں لوئیس بریل (Braille) نے ایجاد کیا تھا۔ اس کے حروف ابجد میں 63 حروف ہوتے ہیں۔ نابینا لوگ اپنی انگلیاں ان حروف پر رکھ کر الفاظ بنا لیتے اور کتابیں پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن اس سسٹم سے چھ سو سال قبل شام کا علی ابن احمد العمیدی (وفات 1314ء) کتابیں پڑھ لیا کرتا تھا حالانکہ وہ بھی نابینا تھا۔ العمیدی کی انگلیاں super sensitive تھیں۔ وہ شیلف پر پڑی کتابوں کو ہاتھ لگا کر ان کا نام بتا دیتا تھا، بلکہ کتاب کے کل صفحات بھی بتا دیتا تھا۔ لائنوں کے درمیان خالی جگہ سے وہ اس کی قیمت فروخت بتا دیتا تھا۔ حقیقت میں بریل سسٹم کا موجد العمیدی تھا۔

☆......☆......☆

بی جی

بیگم سیدہ ناجیہ شعیب



منصور آفاق نے شادی کے بعد شہر میں اپنی بیوی کے ساتھ سکونت اختیار کرلی تھی۔

چند ہفتوں قبل وہ خوب اصرار کر کے اپنی والدہ کو گاؤں سے شہر لے کر آئے تھے۔ ان کی والدہ بشریٰ بی بی عرف بی جی نہایت خدا ترس، سخی، نیک اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ شوہر کے گزر جانے کے بعد انہوں نے اپنے چاروں بچوں کی بہترین تربیت کی تھی۔

حمیدہ ان کی بڑی بہو تھی۔ جسے چند ہی دنوں میں اپنی ساس سے سخت شکایت ہونے لگی تھی۔

ایسا کیا ہوا تھا؟

ایک دن شام کے وقت جب بی جی اپنے گھر کے باہر لگے پودوں کو پانی دے رہی تھیں تبھی ایک کمزور اور مفلوک الحال نوجوان لڑکا ان کے پاس آ کر کہنے لگا۔

”اللہ کے نام پر کچھ کھانے کو دے دیجیے، میں دو دن سے بھوکا ہوں۔“

بی جی چونک گئیں، پانی کی بالٹی ایک طرف رکھتے ہوئے نوجوان کو جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں: ”لڑکے! تم حلیے سے فقیر دکھائی دیتے ہو، مگر بات چیت سے کسی اچھے کھاتے پیتے گھرانے کا چشم و چراغ معلوم ہوتے ہو۔“

”آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔ ماں جی! میں بھیک منگا نہیں ہوں۔ بس قسمت کا مارا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے میرے والدین ایک ٹریفک حادثے میں اللہ کو پیارے ہوگئے تو میرے لالچی خود غرض رشتے داروں نے مجھے کمزور اور ناتواں جان کر میرے گھر اور کاروبار پر قبضہ کر کے مجھے دربدر کر دیا۔“

”اوہو...“ بی جی نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے سر ہلایا۔

”ماں جی! میں محنت مزدوری کر کے دو وقت کی روٹی پانی کا بندوبست کرلیتا تھا مگر گزشتہ چند دنوں سے ایسا بیمار پڑا کہ محنت مزدوری کرنے کے قابل نہیں رہا۔ کماؤں گا نہیں تو

کھاؤں گا کہاں سے؟ یہاں تو ادھار پر کوئی پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیتا۔"

لڑکے کی دکھ بھری کہانی سن کر بہت بی جی کا نرم دل پسیج گیا، ہمدردی کے جذبے سے سرشار ہو کر انہوں نے اس لڑکے کو گھر کے باہر رکنے کی ہدایت دی اور خود اندر چلی گئیں۔

الماری کھولی، کچھ رقم جمع کر رکھی تھی اسے مٹھی میں دبایا پھر باروچی خانے میں گھس گئی۔ رات کا کھانا بالکل تیار تھا، سالن دم پر رکھا ہوا تھا۔ روٹی دان میں گرما گرم روٹیاں بھی پکی رکھی تھیں۔ بی جی نے پتیلی کا ڈھکن اٹھایا۔ بھاپ اڑاتا آلو گوشت کا بھنا ہوا سالن۔ بی جی نے گلاس بھر پانی پتیلی میں ڈال کر اچھی طرح ہلایا اور پھر پیالے میں دو بوٹی اور آلو نکال کر اس کے اوپر شوربہ انڈیلا، چنگیری میں روٹیاں رکھیں۔ اپنے جہیز کا اسٹیل کا طشت نکال کر اس پر سلیقے سے کھانے کے برتن اور پانی کا گلاس رکھا اور باہر کا رخ کیا۔

"یہ لو بیٹا! پیٹ بھر کر کھالو اور یہ تھوڑے سے پیسے ہیں رکھ لو جا کر کسی ڈاکٹر کو دکھا کر دوا لے لینا۔ اور ہاں جب بھی بھوک لگے تو بلا جھجک یہاں چلے آنا۔"

لڑکے نے تشکر بھری نگاہوں بی جی کو اور پھر مٹھی میں بند روپوں کو دیکھا۔ کھانا کھا کر پانی پی کر شکر الحمدللہ کہا اور واپس چل دیا۔

بی جی جھوٹے برتن اٹھائے باروچی خانے پہنچیں تو وہاں حمیدہ ماتھے پر تیوریاں چڑھائے کمر پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ ساس کو دیکھتے ہی غصے سے بولی: "آپ نے یہاں کیا یتیم خانہ کھول رکھا ہے؟ ایک تو اتنی مہنگائی ہے اوپر سے آپ ہمارا پیٹ کاٹ کر ہر راہ چلتے بھیک منگے کو پکا پکایا کھانا بانٹتی پھر رہی ہیں۔ اب آپ کے لاڈلے بیٹے کے لیے کیا اپنا کلیجہ بھونوں؟"

"توبہ توبہ! ایسے نہیں کہتے بیٹی۔ بے چارا یتیم، بے گھر، بھوکا پیاسا، حالات کا مارا تھا۔ میری بچی! یہ مت بھولو کہ بھوکے کو کھانا کھلانا بہت بڑی نیکی ہے۔"

"ہاں، ہاں سب پتا ہے۔ مگر شاید آپ بھول رہی ہیں کہ پیسے درختوں پر نہیں لگتے۔ میرا شوہر دن رات محنت کر کے چار پیسے کما کر گھر کا خرچہ اُٹھاتا ہے۔ ایرے غیرے نتھو خیروں پر لٹانے کے لیے نہیں کماتا۔"

"بہو! تمہارا شوہر، پہلے میرا بیٹا ہے۔ تمہارے بہشتی سسر کے جانے کے بعد میں نے کڑی دھوپ میں محنت کر کے اسے پال پوس کر بڑا کیا، پڑھایا لکھایا۔ کمانے کے لائق بنایا۔"

"اچھا تو آپ احسان جتا رہی ہیں۔ ہر والدین اپنی اولاد کے لیے یہی کرتے ہیں۔"

حمیدہ زبان درازی کرنے لگی تو بی جی افسردگی سے بولیں: "بس بہو۔ بہت ہوگیا۔ اس بوڑھاپے میں الحمدللہ میں اپنے سارے کام خود ہی کرتی ہوں۔ تم پر ہرگز بوجھ نہیں ڈالتی۔ کھانا میں نے پکایا تھا اور اس بھوکے کو میں نے اپنے حصے

کا کھانا دیا ہے۔میں رات کو کھانا نہیں کھاؤں گی۔ میرا رب نیتوں کے حال سے بخوبی واقف ہے ان شاء اللہ تمہیں کھانا کم نہیں پڑے گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔اور بہو بیگم پیر پٹختی ہوئی اپنے کمرے میں جلے پیر کی بلی کی طرح چکر کاٹنے لگیں۔کہ اسی اثناء میں منصور صاحب گھر میں داخل ہوئے۔بیوی کا جلا بھنا چہرہ دیکھ کر ان کا ماتھا ٹھنکا۔حمیدہ نے شکایتوں کی پٹاری کھول دی۔

"سن لو جی! میں اب اس گھر میں ایک دن بھی مزید نہیں رہ سکتی۔"

"اللہ کی بندی! اب کیا ہوا۔۔؟"

"کیا ہوا، ارے یہ پوچھو کہ کیا نہیں ہوا؟ تم صبح سے شام تک اتنی محنت سے کماتے ہو تب کہیں جا کر ہمیں مہینوں میں کبھی کبھار اچھا کھانا نصیب ہوتا ہے مگر اماں، اسے بھیک منگوں اور فقیروں میں بانٹ دیتی ہیں۔"

ہاں تو اس میں کون سی قیامت آ گئی۔تھوڑا سا کسی بھوکے غریب کو کھلا دیا۔یہ تو نیکی کی بات ہے۔"

مجیب نے حمیدہ کی بات پر کان نہیں دھرے بس حمیدہ کو پتنگے لگ گئے۔

چلیں پڑوسیوں کے حقوق پر بیان تو میں بھی سن رکھے ہیں مگر یہ راہ چلتے ڈھونگی فقیروں کو کون کھانا پانی پیش کرتا ہے۔"

☆......☆......☆

"اجی! آپ کو بھنا ہوا گوشت پسند ہے نا۔آج میں نے بڑے چاؤ سے بڑی محنت سے پکایا تھا۔ گرمی میں کھڑے ہو کر گھنٹوں بھنائی کی تھی۔اور آپ کی اماں نے اس میں جگ بھر پانی انڈیل کر میری محنت پر پانی پھیر دیا۔"

یہ کہہ کر حمیدہ ٹسوے بہانے لگی۔

مجیب بھنا کر رہ گیا۔"اچھا اب جو بھی ہے جا کر کھانا لگاؤ۔بہت زوروں کی بھوک لگی ہے۔"

حمیدہ کو کھانا نکالنے کا حکم دے کر مجیب منہ ہاتھ دھونے چلا گیا۔

تب تک حمیدہ نے دسترخوان لگا دیا تھا۔

اماں نہیں آئیں ابھی تک۔

نہیں مزاج خراب ہے ان کا۔کہہ رہی تھیں آج رات کا کھانا نہیں کھائیں گی۔

اس رات سب گھر والوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا۔حمیدہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ بی جی ٹھیک کہہ رہی تھیں۔رات کو جب وہ کھانے کے جھوٹے برتن دھونے میں اور بسمہ صبح کے لیے آٹا گوندھنے میں مصروف تھی تب بی جی باورچی خانے میں چلی آئیں۔بہو کے ساتھ ساتھ پوتی کو کام کرتا دیکھ کر دل سے دعائیں دینے لگیں۔برتن دھل چکے تھے۔حمیدہ ہاتھ پونچھتے ہوئے بی جی کے برابر رکھی خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔

بی جی محبت سے بولنے لگیں۔

"حمیدہ بیٹی! جیتی رہو۔جانتی ہو کہ ہمارے

دین کی نظر میں بھوکے انسان کو کھانا کھلانا سب سے بہترین صدقہ ہے۔ سوہنے نبی ﷺ کا سوہنا فرمان ہے کہ: ''بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کھانا کھلائے۔''

لیس المؤمن من یشبع و جارہ جائع الی جنبہ۔ (بخاری، مسلم)

بی جی نے شفقت سے حمیدہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولیں: ''بیٹی! بھوکے کو کھانا کھلانے سے دل نرم ہوتا ہے۔ ایک شخص نے نبی جی ﷺ سے شکایت کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا دل سخت ہے۔ سوہنے نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو۔'' (مسند احمد)

''مگر دادی جی! ایک سوال پوچھ سکتی ہوں؟'' بسمہ آٹا گوندھ کر فارغ ہو چکی تھی، بی جی کو مخاطب کرتے ہوئے بولی تو بی جی نے اسے صدقے واری جانے والی نظروں سے دیکھا اور بولیں: ''ضرور بیٹی!''

بسمہ نے گہری سانس لی اور بولنا شروع ہوگئی: ''دادی اماں! دنیا میں انسانوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کو اللہ تعالیٰ نے فراوانی، آسودگی، فراخی اور کشادگی بخشی ہے جب کہ دوسری قسم ان انسانوں کی ہے جو بنیادی بشری ضروریات سے محروم ہیں۔ تنگی، پسماندگی، درماندگی، خستہ حالی سے دوچار ہیں۔ جنہیں دو وقت کی روٹی، تن ڈھکنے کے لیے کپڑے، سر چھپانے کے لیے چھت میسر نہیں۔ بیمار ہو جائیں تو دوا کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر میرے ذہن میں اکثر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب العالمین کی اس میں کیا مصلحت ہوگی؟''

پڑھی لکھی پوتی کا سوال سن کر بی جی نہال ہوگئیں۔ پہلے اپنے ذہن میں جواب جو ترتیب دیا مطمئن ہو کر بولنا شروع ہوئیں۔

''بٹیا! قرآن پاک بتاتا ہے کہ یہ امتیاز و فرق بے مقصد نہیں بلکہ بامقصد ہے اور وہ مقصد آزمائش و امتحان ہے۔ اللہ نے جن لوگوں کو آسودگی و فراوانی عطا کی ہے۔ وہ اس کو صرف اپنا حق نہ سمجھیں۔ اس سے عیاشی، فضول خرچی نہ کریں بلکہ محروم، مجبور، بے سہارا بندوں کا بھی اس میں حق سمجھیں۔ ان کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھیں۔ سب سے بنیادی ضرورت کھانا ہے یعنی بھوکوں کو کھانا کھلائیں۔ جب اللہ تعالیٰ انسان کو آسائشیں عطا کرتا ہے تو اس کی اس بات میں آزمائش ہے کہ وہ مال و طاقت کو پا کر اللہ کا شکر گزار بنتا ہے یا ناشکری کرنے لگتا ہے۔''

☆......☆......☆

اوہ میں سمجھ گئی کہ محروموں، بے بسوں، محتاجوں، بھوکے لوگوں کی بھی آزمائش ہے کہ وہ تنگ حالی، عسرت میں کیسی زندگی گزارتے ہیں، ان کا رویہ کیا رہتا ہے؟ تنگ حالی میں صبر کرتے ہیں، مُفلسی اور غربت کے باوجود کوئی غلط قدم نہیں

اٹھاتے ہیں۔ اللہ کی رضا میں راضی رہتے ہیں یا پھر مجبوری، بے کسی کے عالم میں صبر کا دامن چھوڑ کر حدودِ الٰہی کو پار کر جاتے ہیں۔"

بسمہ اتنی سمجھداری اور دانائی کی باتیں کرے گی حمیدہ نے سوچا بھی نہیں تھا۔ یقیناً یہ بی جی کی نیک صحبت کا اثر تھا۔

"یاد رکھو! جس کسی کو مفلسی میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ تو اس کی آزمائش ہوتی ہے کہ آیا غربت و مفلسی میں صبر کرتا ہے یا گلہ شکوہ کرنے لگتا ہے اور زندگی جینے کا حوصلہ ہی کھو بیٹھتا ہے اور یہ سمجھ بیٹھتا ہے کی اللہ کہ نگاہ میں اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"مگر انسان کا حال یہ ہے اس کا رب جب اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنا دیا۔ اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔" (سورہ فجر ۱۵۔۱۶)

☆......☆......☆

"بسمہ، حمیدہ! ارے بھئی کہاں ہو سب؟"

ماں کو کمرے میں نا پا کر منصور کا دل لمحہ بھر کے لیے سکڑ گیا، بسمہ اپنے کمرے میں نہیں تھی اور حمیدہ برتن دھونے کا کہہ کر ابھی تک کمرے میں واپس نہیں آئی تھی سو منصور صاحب گھبرا گئے ہائے اللہ کہیں دن کی بات اور حمیدہ کی بدتمیزی پر بی جی خفا ہو گھر چھوڑ کر چلی تو نہیں گئیں۔ باورچی خانے میں داخل ہوتے ہی ان کی پہلی نگاہ کرسی پر بیٹھی ماں پر پڑی تو ان کے دل کو قرار آ گیا۔

تینوں خواتین باورچی خانے میں باتوں میں ایسا مگن ہوئی تھیں کہ انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔

دس جماعت پاس حمیدہ اتنا تو جانتی تھی کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا نیکی کا کام ہے۔ مگر اس کے ان بے شمار فوائد سے ناواقف تھی جو بی جی نے گنوائے تھے کہ بھوکوں کو کھانا کھلانے سے معاشرے کے مالدار اور غریبوں کے درمیان نفرت و کدورت کی دیوار کھڑی نہیں ہوتی۔ چوری ڈکیتی کی وارداتیں، قتل کے واقعات نہیں ہوتے، رشتے ناطے خراب اور ٹوٹتے نہیں ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے سے معاشرے میں محبت و الفت کی فضاء قائم ہوتی ہے۔ تعاون و ہمدردی کا ماحول پروان چڑھتا ہے۔

بی جی کی مہربان گود میں سر رکھے حمیدہ رو رہی تھیں بسمہ نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھی اور منصور کا رواں رواں شکر ادا کر رہا تھا کہ جو بات وہ حمیدہ کو سالوں میں نہیں سمجھا پائے تھے وہ بی جی نے چند گھنٹوں میں سمجھا دی تھی۔

☆......☆......☆



وہ کون تھے؟؟

مجاہد بن محمد ارھابی

ان کی کنیت ابوالحارث ہے۔قبیلہ بنوسہم کے فرد ہیں۔قدیم الاسلام ہیں۔ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کی اور اس سفر میں ان کے بھائی بھی ان کے ساتھ تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔اس کے علاوہ انھوں نے بطور سفیر بھی ارد گرد کے ممالک میں نبی کریم ﷺ کے پیغامات پہنچائے۔

سن 19 ھجری میں ملک روم سے جہاد جاری تھا۔ ایک دن جنگ کے میدان میں لڑتے ہوئے وہ گرفتار ہو گئے۔ رومیوں نے انھیں زنجیروں میں جکڑ کر اپنے بادشاہ کے سامنے حاضر کیا۔بادشاہ نے ان سے کہا:

”اگر تم میرے مذہب کو قبول کرلو تو میں تمھیں اپنی سلطنت میں اعلیٰ مقام دوں گا اور دنیا کی ہر نعمت عطا کروں گا۔“

ان کے چہرے پر مسکراہٹ آئی،اور انہوں نے اطمینان سے جواب دیا:

”اگر تم مجھے اپنی پوری سلطنت بھی دے دو اور ساری دنیا کی نعمتیں بھی، تب بھی میں اپنے ایمان کو نہیں چھوڑ سکتا۔“

اس نے حکم دیا کہ ایک دیگ میں پانی کو خوب اُبالا جائے۔پھر اس نے دھمکی دی:

”اگر تم نے ہمارے مذہب کو قبول نہ کیا تو تمھیں اس دیگ میں ڈال دیا جائے گا۔“

صحابی نے پُرسکون انداز میں جواب دیا:

”یہ دنیا کی زندگی چند دن کی ہے،لیکن آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔میں اپنے ایمان پر کبھی سمجھوتہ نہیں کروں گا۔“

بادشاہ نے ان کے ایمان کو توڑنے کے لیے ان کے سامنے ایک اور مسلمان قیدی کو پیش کرنے کا کہا اور حکم دیا کہ اسے ابلتے ہوئے پانی میں ڈال دیا۔ وہ مسلمان قیدی اللہ کا نام لیتے ہوئے شہید ہو گیا، اور اس کی روح جنت کی طرف پرواز کر گئی۔

اس منظر کو دیکھ کر بھی ان صحابی کے قدم نہ ڈگمگائے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اب انھیں دیگ کے قریب لے جایا جائے۔ جب انھیں دیگ کے قریب لایا گیا، تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ بادشاہ نے سمجھا کہ شاید وہ ڈر گئے ہیں۔ اس نے فخریہ لہجے میں کہا:

''لگتا ہے تمھیں موت کا خوف ہو رہا ہے۔''

ان صحابی نے فرمایا:

''نہیں، میں موت سے نہیں ڈرتا۔ میرے آنسو اس لیے ہیں کہ میں سوچ رہا ہوں کہ کاش میرے جسم پر جتنے بال ہیں، اتنی جانیں ہوتیں اور ہر ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیتا۔''

یہ سن کر بادشاہ حیرت میں پڑ گیا اور فیصلہ کیا کہ انھیں ایک اور پیشکش کی جائے۔ اس نے کہا:

''اگر تم میرے سر پر بوسہ دو تو میں تمھیں رہا کر دوں گا۔''

صحابی نے جواب دیا: ''کیا تم میرے ساتھ دوسرے تمام قیدیوں کو بھی رہا کر دو گے؟''

بادشاہ نے وعدہ کیا۔ یہ سن کر ان صحابی نے بادشاہ کے سر پر بوسہ دیا، اور یوں نہ صرف خود رہا ہوئے بلکہ دیگر تمام مسلمان قیدیوں کو بھی آزاد کروالیا۔

کیا آپ نے پہچانا کہ یہ بہادر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے؟

☆......☆......☆

شمارہ جمادی الثانی کا درست جواب:
حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

وہ کون تھے؟؟

شمارہ ماہ جمادی الثانی 1446ھ کے انعام یافتہ

محمد بن اسد اللہ

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

محمد احمد میر۔ محمد عمیر۔ محمد زبیر۔ محمد ابراہیم۔ عمار حسین۔ ابن عبد الہادی۔ کلثوم بی بی۔

نوید احمد۔ محمد عمر۔ کلیم اللہ۔ ہمشیرہ محمد ابوبکر۔ محمد اسد۔ عبد الحمید شاکر۔ عائشہ آصف۔



دانش کدہ

جہاں امام العقلاء، شاہ نبلاء بوجھ بجھکڑ آپ کی مشکلات کے جواب دیتے ہیں

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: مجھے دو مرض لاحق ہیں۔ اس کی دواء ضرور بتائیں۔ اوّل یہ کہ جب خاموشی ہوتی ہے تو سنائی نہیں دیتا، دوسری یہ کہ جب اندھیرا ہوتا ہے تو دکھائی نہیں دیتا؟

جواب: کانوں میں کڑوا تیل اور آنکھوں میں مرچیں ڈالا کریں۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: اگر سیڑھیاں نہ ہوتی تو آپ چھت پر کس طرح چڑھتے؟

جواب: سیڑھیاں بنوا کر۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: اگر آپ کو پاکستان کرکٹ ٹیم کا کپتان بنا دیا جائے تو سب سے پہلے کونسا کام کریں گے؟

جواب: اس گناہ پر دل سے توبہ کروں گا جس کی سزا میں کرکٹ ٹیم کا کپتان بنایا جاؤں گا۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: اگر دنیا میں ٹائم کا لفظ نہ ہوتا تو آپ کسی سے ٹائم کیسے پوچھتے؟

جواب: وقت پوچھ کر۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: جناب امام العقلاء، بوجھ بجھکڑ صاحب! نیا شمسی سال مبارک اور نئے سال کے آغاز میں مسلمان بچوں کو اچھی سی چٹخارے دار نصیحت تو کردیں؟

جواب: گول گپے کھایا کریں۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: جناب بوجھ بجھکڑ صاحب! یہ بتائیے کہ مچھلی کی آنکھیں کھلی کیوں رہتی ہیں؟

جواب: تاکہ وہ دیکھ سکے۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: کیا آپ نے کبھی غلطی سے کسی شخص کو ٹیکسٹ میسج بھیجا ہے؟

جواب: اس فضول سوال کا جواب غلطی سے لکھ رہا ہوں۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: آپ کا پسندیدہ کھانا کیا ہے؟ اور کیا آپ نے کبھی بنانے کی کوشش کی ہے؟

جواب: دال چاول۔ لوگ بنائے بغیر ہی بن جاتے ہیں اس لئے کوشش نہیں کرنا پڑتی۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: سب سے عجیب چیز کیا ہے جو آپ نے ناشتے میں کھائی ہو؟

جواب: کئی بار عجیب سی بنی ہوئی چیز کھانا پڑ جاتی ہے۔

☆......☆......☆



☆ قرآن مجید میں صاحب الحوت حضرت یونس علیہ السلام کو کہا گیا ہے۔

☆ قرآن مجید میں سب سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔

☆ قرآن مجید میں حضرت جبرائیل کے لئے روح الامین کا لقب استعمال کیا گیا ہے۔

☆ قرآن مجید میں سورۃ یوسف میں بیان کردہ واقعات کو "احسن القصص" کہا گیا ہے۔

☆ قرآن مجید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

(انتخاب: حافظ رومان)

بخدمت جناب محترم ابو امامہ صاحب!!

ایک بار پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔کیا حال چال ہے۔امید ہے کہ کرسی پر ٹیک لگائے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھے ہوں گے۔جناب یہ میں پانچویں کہانی بھیج رہی ہوں۔اس امید پر کہ آپ ضرور شائع کریں گے۔اگر آپ نے شائع نہ کی تو......بس چھوڑیں۔

روئیں۔اور حضرت امیر محترم حفظہ اللہ تعالیٰ کو میری طرف سے بہت بہت سلام، اور میری طرف سے تمام مجاہدین اسلام و غازیان کو بہت بہت سلام۔

والسلام

عبیرہ احمد

☆......☆......☆



میرے سامنے فی الحال جمادی الثانی کا رسالہ بیٹھا ہوا ہے۔ام عبد اللہ اور بنت شہزاد کی کہانی تو بہت زبردست تھی ان کو چاہئے کہ اس طرح کی ہی کہانیاں لکھا کریں تاکہ ہمیں مزا آئے پڑھنے میں بھی۔رُلانے والی کہانیاں بالکل نہ لکھا کریں کیونکہ اور ہم کم روتے ہیں کہ کہانیوں پر بھی

بخدمت جناب محترم مدیر صاحب

امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور ہمارے اس پیارے شمارے کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے۔

ہم اس گُل کے اس دن سے قاری ہیں جس دن اس چنبیلی کے پھول نے خود کو موسم بہار کی

مانند متعارف کرایا اور اس سے محبت ہی کا ثمر ہے کہ آج ہم قلم اٹھانے پر مجبور ہو گئے ۔ کیونکہ یہ تو ستاروں کے جھرمٹ میں چمکتا ہوا چاند ہے، دلوں کی گہرائیوں میں مہکتا گلاب کا پھول ہے، چاروں سمتوں میں روشنی کی کرنیں بکھرنے والا آفتاب ہے۔ دل و دماغ کو تازگی و قوت بخشنے والا جام ہے اور اس دن تو یہ ہمیں جنت کے پھولوں میں ایک دکھائی دے رہا ہو گا جس دن ہم اس میں اپنے احساسات و خیالات پڑھ رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور آپ کا سایہ آخر دم تک ہم پر قائم رکھے۔ آخر میں امیر المجاہدین اور قارئین کی خدمت میں ہمارا محبتوں بھرا اسلام اور دعاؤں کی درخواست۔

والسلام

محمد اویس۔ خانقاہ شریف

☆......☆......☆

محترم معزز مدیر اعلیٰ جی!

الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے شروع کیا ہوا سلسلۂ عظیم اصلاحی و معلوماتی مسلمان بچے میں لکھنے کی سعادت سے نوازا ہے۔ ورنہ میں کہاں اس قابل کہ اتنے عظیم لوگوں کے درمیان کچھ لکھ سکوں ماشاء اللہ سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سیرت صحابیہ کرام رضی اللہ عنہن، سیرت بزرگان دین رحمہم اللہ، تاریخ کے بلند کردار لوگوں کے مثالی کارنامے "مسلمان بچے" کی ہر ماہ زینت بنتے ہیں۔ لکھنے والے بلند ذوق ہیں، خوب طریقے سے مسلمان بچے کے گلشن باغ میں پھول سجا رہے ہیں۔ میری دعا ہے تمام لکھنے والے، قارئین، قاریات کو دنیا آخرت کی کامیابی نصیب فرمائے۔

مدیر جی! تحریر قابل اشاعت ہوتی ہے تو ضرور شائع ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔ یہ بات بالکل صحیح ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمان بچے کا گلشن سجانے کے لئے چنا ہے تو آپ باخوبی جانتے ہیں کہ گلشن باغ مسلمان بچے میں کون کون سے پھول سجیں گے۔

مدیر صاحب! میرے لئے خصوصی طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اپنے مقدس گھر بیت اللہ کی اور مقدس شہر مدینہ میں روضۂ اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری نصیب فرمائے۔ دعاؤں کی درخواست کے ساتھ اجازت۔

والسلام

محمد اسامہ بن حفیظ اللہ

☆......☆......☆

محترم جناب مدیر صاحب

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ اللہ کے کرم سے خیر و عافیت سے ہوں گے۔ پہلی مرتبہ اس بابرکت و باسعادت رسالے میں لکھنے کا شرف حاصل کر رہی ہوں۔ جمادی الثانی کا رسالہ پڑھا ہر شمارے کی

طرح اس شمارے میں بھی اپنے خاص انداز کے ساتھ اسلام کی خوشبو پھیلائی۔لیکن زبیر طیب صاحب کی کہانی پھر سے غائب ہے ان سے اتنا کہا ہے کہ کچھ لکھنا شروع کریں

اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی سی صحت عطا فرمائے اور آپ کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ امیر محترم حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب کی قدم قدم پر حفاظت فرمائے اور تمام اسیران اسلام کو رہائی عطا فرمائے اور پیاری جماعت کے عظیم مجاہدوں کو ان کے مشن میں کامیاب کردیں۔(آمین)

والسلام

ہمشیرہ شہزاد احمد

☆......☆......☆

محترم ومکرم جناب ابوامامہ صاحب

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ اور آپ کے تمام ذمہ داران و کارکنان خیر و عافیت سے ہوں گے۔ہر ماہ مسلمان بچے نئی شان سے طلوع ہوتا ہے۔ابھی ٹائٹل وغیرہ دیکھا ہے۔بہت ہی اچھا ہے اللہ پاک اس میں اور ترقی دے ہر ماہ یہ رسالہ پہلے سے زیادہ اچھا ہوتا جارہا ہے۔اس ماہ کی بھی کہانیاں بہت ہی عمدہ تھی خاص کر کے ٹیپو سلطان اس کے بعد جو اچھی لگی وہ ہے کہانیوں کا درخت بنت شہزاد کی کہانی اللہ پاک آپ کو اور اچھا لکھنے کی توفیق عطاء فرمائیں آمین۔باقی بھی کہانیاں بہت ہی عمدہ ہیں اسی طرح اور بھی بہت ہی اچھی تھی جیسے امام شامل کی داستان بہت ہی اچھی لگی ان کی داستان پڑھنے میں بہت اچھا لگی۔اسی طرح ہر رسالے میں اکابرین کے بارے میں لکھا کریں کافی اچھا لگتا ہے امید ہے ہماری یہ درخواست آپ سنیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کا، امیر محترم اور پوری جماعت کا حامی و ناصر ہو۔ہمارے لئے بھی ایمان کی حالت میں مقبول شہادت والی پاکیزہ حیات کی دعا کردیا کریں۔جزاک اللہ

☆......☆......☆

محترم ایڈیٹر ابوامامہ صاحب

امید ہے سب قارین وقاریات خیریت سے ہوں گے اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے۔"ماہنامہ مسلمان بچے" اس گمراہی کے دور میں ایک چمکتے ستارے کی مانند روشنی پھیلا رہا ہے، اس مبارک اور خوبصورت رسالے کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا، اللہ کرے یہ رسالہ تاقیامت سب مسلمان بچوں کے دلوں کو روشن کرتا رہے اور اسلام کی خاطر خالد بن ولیدؓ جیسے جرنیل پیدا کرتا رہے، جو اکیلے ایک جنگ کی کایا پلٹ کر رکھ دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ امیر المجاہدین مولانا مسعود ازہر صاحب

کی قدم قدم پر حفاظت فرمائے، ان کا سایہ ہم پر اور ساری جماعت پر تادیر تک قائم رکھے اور تمام اسیران اسلام کو رہائی عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

محترم ایڈیٹر ابو امامہ صاحب

امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں گے، اور ہمارے اس پیارے شمارے کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ آخر دم تک ہم پر قائم رکھے اور ''مسلمان بچے'' کو مزید کامیابیوں سے نوازے۔

چونکہ یہ وہ رسالہ ہے جس نے ہم میں جذبہ شہادت پیدا کیا اس حسین گلستان میں تمام تحریریں چنبیلی کی خوشبو بکھیرتی ہیں، اس میں موجود مستقل سلسلے قارئین پڑھ کر بہت لطف اندوز ہوتے ہیں کیونکہ یہ تو ستاروں کے جھرمٹ میں چمکتا ہوا وہ چاند ہے جس کی تعریف کے لیے الفاظ کا ذخیرہ موجود نہیں۔ بالآخر تمام قارئین اور امیر المجاہدین کی خدمت میں ڈھیروں سلام!

والسلام

محمد ہارون۔ فیصل آباد

☆......☆......☆

محترم و مکرم مدیر صاحب

امید ہے بفضل خداوندی ٹھیک ٹھاک ہونگے اور اگلے شمارے کی تیاری میں کوشاں ہونگے۔ اللہ تعالیٰ آپکے دین پھیلانے کی اس سعی کو قبول فرمائیں۔

مسلمان بچے میں میری اکثر و بیشتر تحاریر شائع ہوتی رہتی ہیں، اس کے لئے شکر گزار ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں چاہتی ہوں دین کی کوئی بات پھیلانے والوں میں میرا شمار بھی ہو جائے اگر کوئی پڑھ کر عمل کریں تو میرے تو ہو گئے نا وارے نیارے! بس پڑھنے والے عمل کی نیت سے پڑھیں، نام کمانا مقصود نہیں، ہمارا لکھنا اخلاص سے ہوگا، تو پڑھنے والے بھی عمل کریں گے، اللہ کریم تمام لکھاریوں کو اخلاص کی دولت سے نوازیں۔

اب ذرا مسلمان بچے کے بارے میں کچھ بات ہو جائے، مسلمان بچے گلدستہ خوب سے خوب تر ہوتا جارہا ہے۔ قسط وار تحریر میں سے ٹیپو سلطان بہت زیادہ پسند ہے۔ یہ تو بھئی رسالے کی جان ہے، اس کی وجہ سے تو پورا رسالہ ہمہ تن رہتا ذیشان ہے۔

اس کے بعد حمیرا رشید کی کامیاب سودا ہمیشہ کی طرح ان کی تحریر ہمیں پسند ہے، بس اللہ کریم عمل کی دولت سے نوازیں۔ جبکہ زبیر طیب کی کوئی کہانی نہیں آرہی ہے تو ان سے بار بار گزارش ہے کہ وہ کچھ لکھیں۔

والسلام

ذیشان فاروقی

☆......☆......☆

تحریروں کی دُنیا



بیٹی اللہ کی رحمت

عورت کے کئی روپ ہیں اور وہ اپنے ہر روپ میں بے حد محبت رکھتی ہے ایسا ہی ایک انمول رشتہ بیٹی کا ہے، مانا کہ بیٹی کی پرورش اور ذمہ داری بہت ہی نازک مرحلہ ہوتا ہے لیکن بیٹی جیسا پیارا رشتہ شاید ہی اس دنیا میں کوئی دوسرا ہو۔ ہمدردی اور محبت میں بے مثال ماں باپ پر اپنی جان نچھاور کرنے والی۔ بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے رحمت کہا ہے۔

آج کل لڑکیوں کی پیدائش کو عیب سمجھا جاتا ہے کفار مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ لڑکی پیدا ہونے کو برا سمجھتے تھے اور ان کو زندہ دفنا دیتے تھے یہی حال آج امت کا ہو رہا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں حالانکہ لڑکیوں پر خرچ کرنے میں جتنا ثواب ملتا ہے لڑکوں پر خرچ کرنے میں اتنا نہیں ملتا۔

اسلام نے بیٹی کے اس رشتہ کے تقدس و احترام کو تحفظ فراہم کیا، بیٹیوں کی فضیلت بتائی اور ان کے حقوق متعین کیے وراثت میں ان کا حصہ رکھا اور انکی تعلیم و تربیت وغیرہ کی ذمہ داریوں کو واضح کر کے ہر مسلمان کو انہیں پورا کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اس پر اجر و ثواب کا بھی وعدہ کیا۔ بیٹی کو اچھی تعلیم دلانا اس لئے ضروری ہے کہ اس نے آنے والی نسل کو سنبھالنا ہے ایک پڑھی لکھی اور سمجھدار ماں ہی اپنے بچوں کی اچھی پرورش کر سکتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے یہاں فرشتے

بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں ۔اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو اور وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں ۔ یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا۔قیامت تک اللہ کی مدد اس کے ساتھ شامل حال رہے گی۔(طبرانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معاملہ اپنی صاحبزادیوں سے جس شفقت ومحبت کا تھا وہ پوری انسانیت کیلئے نمونہ ہے۔

بیٹی کو پیار دیں اور بیٹی بوجھ نہیں بلکہ بوجھ اٹھانے والی ہے اسے یوں نہ جھٹلائیں پھر کچھ لوگ اس بوجھ کو جلد از جلد سر سے اتارنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے کوئی اچھا برا رشتہ مل جائے بیٹی کو ان کے حوالے کر دیا۔نجانے لوگ بیٹیوں کو بوجھ سمجھنا کب چھوڑیں گے، ان کے خیالات کب تبدیل ہوں گے، اچھائی اور برائی میں تمیز کرنا انہیں کب آئے گا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بیٹیوں کے حقوق کے بارے میں عام معاشرت کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: ہائے وہ بیٹیاں تم جس کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ دیدو وہ اف کئے بغیر تمہاری پگڑیوں اور داڑھیوں کی لاج رکھنے کیلئے انکے ساتھ ہو لیتی ہیں سسرال میں جب میکے کی یاد آتی ہے تو چھپ چھپ کر آنسو بہا لیتی ہے کبھی دھوئیں کے بہانے رو کر جی ہلکا کر لیتی ہے تو کبھی آٹا گوندھتے ہوئے جو آنسو بہتے ہیں وہ آٹے میں جذب ہو کر رہ جاتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ اس روٹی میں اس بیٹی کے آنسو شامل ہیں۔

غیرت مندو! ان کی قدر کرو یہ بڑے نازک آبگینے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ سب بہنوں کے نصیب اچھے کرے آمین ثم آمین یارب العالمین

مراسلہ: اخت حسان۔کراچی

☆......☆......☆

خبردار! پتھر نہ مارنا

”فرحان بیٹا! یونیفارم بدل لو!، میں کھانا ٹیبل پہ لگاتی ہوں آ کے کھانا کھا لو!“ امی نے کھانا نکالتے ہوئے آواز دی۔

”جی امی! آتا ہوں“ فرحان نے جلدی جلدی دو تین نوالے کھائے اور یہ جا وہ جا۔

”پتہ نہیں کیا ہو گیا اس کو؟ شاید آیان کی طرف گیا ہو“ امی برتن سمیٹتے ہوئے سوچنے لگیں۔

”بیگم! آیان کدھر ہے؟ میں جب سے آیا ہوں وہ نظر نہیں آیا۔“

”مرغیوں کے ڈربے کے پاس ہو گا۔اس کا بس چلے تو ہر وقت مرغی کے ساتھ چپکا رہے۔اسے مرغی سے پیار بھی تو بہت ہے نا!“ آیان کی امی نے جواب دیا۔

”یہ اور فرحان مرغیوں کے زیادہ شوقین ہو گئے ہیں۔ ہر وقت ان کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔“

زاہد صاحب بولے۔”فرحان، آیان اور حسنین تینوں ہی مرغیوں کے شوقین ہیں“ فرحان کی امی بولیں۔

”آیان ابھی تک نہیں آیا، شام ہو چکی ہے اب تک تو آجانا چاہیے“ زاہد صاحب فکرمندی سے بولے۔

☆......☆......☆

”فرحان! بس کرو چھوڑ دو! اس کو یہ مر جائے گی، کیوں تنگ کر رہے ہو مرغی کو“ آیان نے فرحان کو منع کیا۔

”چل یار! جلدی باندھ اس کو، اور دیکھ کیا کرتے ہیں اس کے ساتھ آج“ حسنین جو بہت ہی غصے سے بپھرا ہوا تھا۔

”نہیں، نہیں میری مرغی کو چھوڑ دو!“ روتے ہوئے آیان نے التجا کی۔

آج نہیں چھوڑوں گا اس کی مرغی کو۔ مار دوں گا“ حسنین بڑا سا پتھر لیے چیخا۔

”خبردار! پتھر مت مارنا!“ زاہد صاحب نے آگے ہوتے ہوئے حسنین کو روکا۔

”دیکھو بیٹا! جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع کیا ہے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے۔

آؤ! میں تم تینوں کو حدیث سناتا ہوں۔“ زاہد صاحب نے تینوں کو اپنے پاس بٹھالیا۔

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت یحییٰ بن سعید کے پاس گئے تو حضرت یحییٰ کے خاندان میں سے ایک لڑکے کو دیکھا کہ مرغی کو باندھ کر اُسے پتھر مار رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس کے پاس جا کر اُسے آزاد کیا۔ پھر مرغی اور اُس لڑکے کو ساتھ لے کر حضرت یحییٰ بن سعید کے پاس گئے اور فرمایا:

اپنے لڑکے کو تنبیہ کریں کہ پرندے کو اِس طرح بے بس نہ کیا کرے کیونکہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے مویشی وغیرہ کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

ایک اور حدیث کا مفہوم ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا کہ آپ کا گزر چند لڑکوں یا آدمیوں کے پاس سے ہوا جو ایک مرغی کو باندھ کر نشانہ بازی کر رہے تھے۔ جب اُنہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو منتشر ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت فرمایا:

یہ کام کس نے کیا ہے؟ بیشک حضور نبی اکرم ﷺ نے اُس پر لعنت فرمائی ہے جو ایسا کام کرے۔

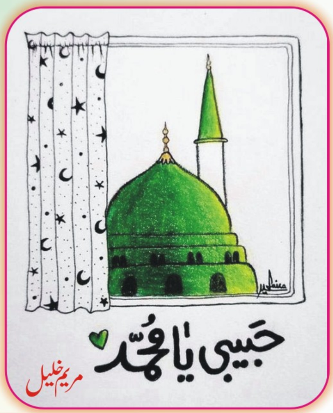
تینوں بچے شرمندہ ہو گئے اور باری باری معافی مانگنے لگے۔

مراسلہ: ثوبیہ اللہ رکھا

☆......☆......☆

آرٹ گیلری



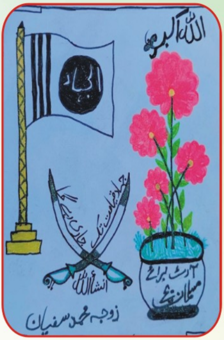

حبیبی یا محمدﷺ
مریم خلیل


اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
آلِ مُحَمَّدٍ وَّسَلِّم
محمد زکریا


الله
ابو عبیدہ
محمد مسعود ازہر
محمد بن عبد الرؤف

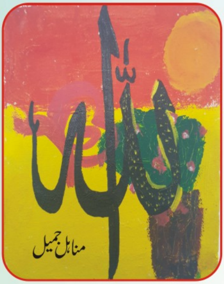

محمد حسن

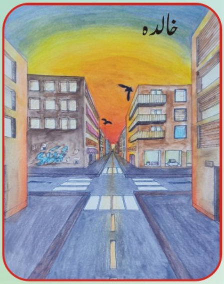

خالد ریاض

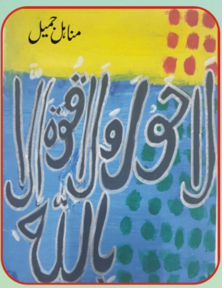

اللہ اکبر
الجہاد
آرٹ برائے مسلمان بچے
زوجہ محمد سفیان

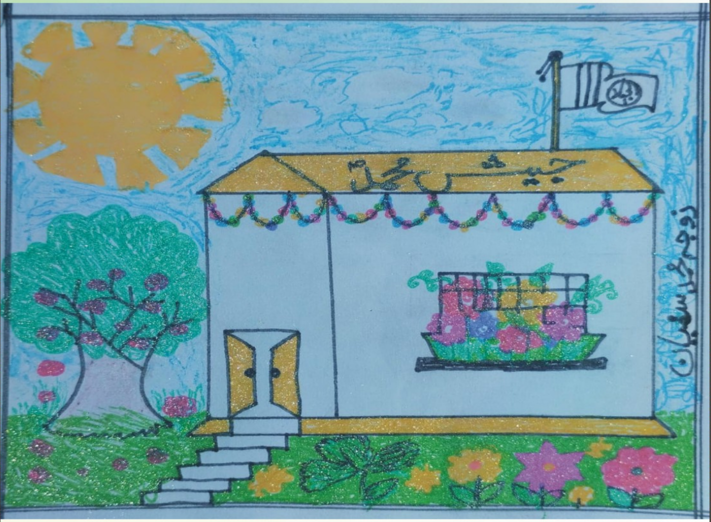

محمد ابوبکر


انس ریاض


اللہ
مناہل جمیل


خالدہ


مناہل جمیل
لا حول ولا قوۃ الا باللہ


جیشِ محمدﷺ
زوجہ محمد سفیان


انیسہ ادیب

زکی کیفی

راہِ وفا

گلشن میں اس گلی کی فضا کچھ نہ کچھ تو ہے
پھولوں میں تیری بوئے قبا کچھ نہ کچھ تو ہے

آئی تو نکہتوں کے دریچے سے کھل گئے
لائی ترا پیام صبا کچھ نہ کچھ تو ہے

اقرار تم کرو نہ کرو جانتے تو ہو
خاموشیوں میں ہم نے کہا کچھ نہ کچھ تو ہے

بے بات تو نہیں ہے یہ عالم گریز کا
یہ بے رخی یہ شرم و حیا کچھ نہ کچھ تو ہے

اہل وفا جو مرتے ہیں آزارِ عشق پر
اس بے کلی میں ان کو مزا کچھ نہ کچھ تو ہے

راہِ وفا ہے تری زلفوں کا پیچ و خم
تسکین قلب آبلہ پا کچھ نہ کچھ تو ہے

سمجھے اسے وہی جو سُنے اس کو غور سے
ہر سانس میں کسی کی صدا کچھ نہ کچھ تو ہے

غم بیکراں ہوا تو تحیر سا چھا گیا
غم بھی ہم اہل غم کی دوا کچھ نہ کچھ تو ہے

لے کوئی اس سے کام تو احساسِ گمرہی
منزل کی سمت راہنما کچھ نہ کچھ تو ہے

کیفیؔ ہجوم یاس ہے یا نازِ بندگی
اُٹھتے نہیں ہیں دست دعاء، کچھ نہ کچھ تو ہے